ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۲۵ دسمبر ۱۹۵۹ء
ہدیہ چار آنے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کا بہشت ہے۔

تشریح:۔ جس طرح مومن کے حق میں دنیا بمقابلہ بہشت کے جیلخانہ ہے۔ اسی طرح کافر کے لئے دنیا بمقابلہ دوزخ کے بہشت ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا وَّ فِیْ رِوَایَۃٍ کَفَافًا (متفق علیہ)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ محمدؐ کی اولاد کا رزق قوت اور ایک روایت میں بقدر کفایت ہو۔

تشریح۔ یعنی اتنا رزق دے۔ جس سے بھوکے نہ رہنے پائیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَۃِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مال و اسباب کی بہتات سے غنا نہیں ہوتی۔ بلکہ غنا دل کی بے پرواہی کا نام ہے۔

تشریح۔ دُنیا کے ساز و سامان کی کثرت سے آدمی آسودہ نہیں ہوتا آسودہ حال وہ شخص ہے۔ جس کے دل کو اللہ تعالےٰ نے مطمئن کر دیا ہے۔ خواہ سامان دنیا کی بہتات نہ بھی ہو

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَھْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَیَشِبُّ مِنْہُ اثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَی الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَی الْعُمُرِ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انسان بوڑھا ہوتا ہے اور دو چیزیں اس کی جوان ہوتی ہیں۔ مال کی حرص اور عمر کی حرص۔

تشریح۔ مال اور عمر کی حرص انسان کو فکر عاقبت سے غافل بنانے والی ہے شیطان چاہتا ہے کہ انسان غافل رہے یہاں تک کہ پیغام موت آجائے۔ مسلمان کو چاہیئے کہ بڑھاپے میں موت کو زیادہ یاد کرے اور زاد راہ آخرت کی فکر کرے۔

عَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِیَّ الْغَنِیَّ الْخَفِیَّ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ سعدرضؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو پرہیزگار غنی اور لوگوں کی نظروں سے چھپنے والا ہو۔

تشریح۔ اللہ تعالیٰ پرہیزگار خلق خدا سے بے پرواہ عبادت کے لیے کنارہ کش ہونے والے کو پسند کرتا ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے

تشریح۔ اعمال کی قیمت کا دارومدار دل کی حالت پر ہے۔ اگر دل میں اخلاص ہے تو اعمال مقبول اور اگر دل میں لوگوں کو دکھلانا اور سنانا مقصود ہے۔ تو اعمال مردود ہوں گے۔

عَنْ اُمِّ الْعُلَاءِ الْاَنْصَارِیَّۃِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ (کمافی المشکوٰۃ رواہ البخاری)

ترجمہ۔ ام العلاء انصاریہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔ خدا کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ تعالےٰ کا رسول ہوں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

تشریح۔ حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وجود اقدس سے علم غیب کی نفی فرما رہے ہیں کہ جو آپ کے حق میں مقدر ہے یا دوسروں کے حق میں جو کچھ علم الٰہی میں مضمر ہے۔ اس کا علم نہیں رکھتے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کو اپنی نجات کا بھی یقین نہیں ہے کیونکہ دوسری احادیث اس کے متعلق موجود ہیں۔ (مرقاۃ)

مذکورۃ الصدر شرح تو ملا علی قاریؒ نے کی ہے۔ اس میں اجمال کے باعث اغلاق سارہ گیا ہے۔ لہٰذا مسلک اہل سنت والجماعۃ کی بنا پر اس مسئلہ میں یوں عقیدہ رکھا جائے کہ خزانۂ غیب سے جتنا علم اللہ تعالےٰ نے آپ کو عطا فرمایا۔ اتنا آپؐ نے پایا۔ مثلاً قرآن مجید خزانہ غیب ہی کا عطیہ ہے احادیث نبویہ ؐ (ذہن کے معانی کا القاء ہوا اور الفاظ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک نے تجویز فرمائے) بھی خزانہ غیب سے عطا ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خزانہ غیب سے اتنا علم عطا فرمایا کہ اولین اور آخرین میں سے کسی کو بھی عطا نہیں کیا۔

عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ یُّرَائِیْ یُرَائِی اللّٰہُ بِہٖ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ جندبؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنا عمل سنانا چاہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو سنا دیتا ہے اور جو دکھلانا چاہے اللہ تعالیٰ اس کا عمل لوگوں کو دکھلا دیتا ہے

تشریح۔ مگر ایسے شخص کو آخرت میں کوئی جزائے خیر نہیں ملے گی۔ بلکہ عذاب ہوگا ✦

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۵ | جمعۃ المبارک مورخہ ۲۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۵۹ء | شمارہ ۳۲

لازمی مذہبی تعلیم

سکھر میں سرکردہ شہریوں کے ایک مختصر سے اجتماع میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ہمارے صدر محترم نے یہ انکشاف کیا ہے کہ حکومت تعلیم کے ثانوی درجہ تک لازمی مذہبی تعلیم کے احکام جاری کرے گی۔ لیکن یہ عقاید کی بجائے اصولوں کی اساس پر ہوگی۔

جہاں تک لازمی مذہبی تعلیم کا تعلق ہے۔ ہم حکومت کے اس فیصلہ کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں ہمارے ملک کے تمام مسائل کا حل مذہب کی پابندی ہی میں ہے۔ بارہ سال سے ملک میں بلیک مارکیٹ۔ ناجائز منافع خوری گراں فروشی اور رشوت ستانی کی اسی لئے گرم بازاری ہے کہ ہم نے مذہب سے روگردانی کر لی ہے۔ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد ان روحانی امراض میں کمی کی بجائے زیادتی ہو گئی ہے۔ اس لئے موجودہ نسل کی اصلاح کی بظاہر کوئی امید باقی نہیں رہی ؎

تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے

اس لئے اب ہماری امیدوں کا سہارا ہماری نئی پود ہی بن سکتی ہے۔ اگر ہم نے اس کی تعلیم و تربیت مذہب کے اصولوں پر کی تو ہمیں یقین ہے۔ کہ وہ بلند کردار کی مالک ہو کر پاکستان کی شہرت کو چار چاند لگا سکے گی۔

مذہب ہی انسان کو انسان بنا سکتا ہے۔ مذہب سے عاری انسان سب کچھ ہوگا۔ لیکن انسان نہ ہوگا۔ عام انسانوں کی نظر میں انسان وہ ہے۔ جس کی دو ٹانگیں ہوں۔ جس کے چہرہ پر ایک ناک دو آنکھیں ہوں۔ وہ دو ٹانگوں سے چلتا پھرتا اور دو ہاتھوں سے کام کاج کرتا نظر آئے۔ لیکن حقیقت میں یہ انسان نہیں۔ یہ تو انسانیت کا سانچہ ہے۔ انسانیت اس سے بالاتر چیز ہے۔ صحیح معنوں میں انسان مذہب کی تعلیم سے بنتا ہے۔ مذہب کی تعلیم سے اس کے دل میں خوفِ خدا پیدا ہو جاتا ہے۔ خوف خدا ہو تو انسان کسی دوسرے انسان کی حق تلفی کرنی تو کجا۔ پھر یہ چیونٹی پر بھی ظلم کرنے سے ڈرتا ہے۔ کیونکہ اس کے سامنے موت۔ قبر اور حشر کا نقشہ ہوتا ہے۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے ؎

فرشتوں سے افضل ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

ہماری نظر میں موجودہ حکومت کا یہ کارنامہ زرعی اصلاحات۔ افسروں کی سکریننگ اور مہاجرین کی آبادکاری سب سے زیادہ وقعت رکھتا ہے۔ ان سب کا تعلق صرف چند روزہ دنیا کی زندگی سے ہے۔ لیکن لازمی مذہبی تعلیم کا تعلق دنیا و آخرت دونوں سے ہے۔ اسلام میں دین اور دنیا دو علیحدہ چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ اصلاحِ دنیا کا نام ہی دین ہے۔ کسی اللہ والے نے ٹھیک فرمایا ہے ؎

چیست دنیا از خدا غافل بودن

حکومت کو چاہیئے کہ لازمی مذہبی تعلیم کے احکام جلد از جلد جاری کر دے۔ تاکہ نیا تعلیمی سال شروع ہونے سے پہلے پہلے تمام ابتدائی مراحل طے ہو کر ان احکام پر عمل درآمد نئے سال سے ہو سکے۔

صدر محترم نے عقائد اور اصولوں میں جو تفریق پیدا کرنے کی کوشش کی وہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ ہماری رائے میں عقائد اور اصول ایک ہی چیز ہیں۔ لازمی مذہبی تعلیم اسی صورت میں مفید ثابت ہو سکتی ہے۔ جب اس کی اساس عقائد اور اصولوں پر ہو۔ شائد صدر مملکت عقائد اور فروعات میں فرق پیدا کرنا چاہتے ہیں اگر ان کی یہی مراد ہے تو ہم ان سے پوری طرح متفق ہیں۔ لازمی مذہبی تعلیم کی اساس عقائد اور اصولوں پر ہونی چاہیئے۔ اگر ضرورت ہو تو فروعات کی تعلیم ہر فرقہ اپنے اپنے بچوں کو گھر پر یا اپنی اپنی مساجد میں دلائے۔

بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات

ہماری حکومت نے جب سے بنیادی جمہوریتوں کے قیام کے احکام جاری کئے ہیں۔ ہم اس وقت سے ان کا بغور مطالعہ کر رہے ہیں۔ کل سے انتخابات شروع ہونے والے ہیں۔ کم از کم لاہور کے اکثر امیدواروں کے نام ہمارے سامنے آچکے ہیں۔ ان کا سابقہ کردار۔ معیارِ تعلیم اور ان کے دل میں ملک و ملت کی خدمت کا جذبہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہے اس لئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ہمیں ان میں کوئی جاذبیت نظر نہیں آتی۔ تھوڑا سا رنگ و روپ بدل کر حکومت نے وہی پرانا نظام ملک میں رائج کر دیا ہے۔ ارباب اختیار ان کی جتنی چاہیں تعریف کریں۔ لیکن وقت بتا دے گا کہ انشاءاللہ ہماری رائے ٹھیک تھی۔

انگریزی دور کے انتخابات کی طرح اب بھی امیدواروں کی اکثریت اپنے منہ میاں مٹھو بنی ہوئی نظر آ رہی ہے امیدواروں کی طرف سے کپڑوں اور پوسٹروں کی شکل میں جو اشتہارات بازاروں، گلی کوچوں میں آویزاں یا در و دیوار پر چسپاں کئے گئے ہیں۔ ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عارضی طور پر ہر امیدوار کے دل میں ملک و ملت کا درد چٹکیاں لینے لگا ہے ان میں سے ہر امیدوار مخلص کارکن ہونے کا دعویدار ہے۔ ووٹوں کے لئے ہر ووٹر کی جا و بیجا خوشامد کی جا رہی ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ وقت گذر جانے کے بعد ملک و ملت کا درد ان کے دل سے یک قلم کافور ہو جائے گا۔ اور یہ مخلص کارکن دیکھتے ہی دیکھتے خود غرض انسان بن جائینگے

اسلام کا طریق کار اس سے بالکل جداگانہ ہے۔ اس میں امیدوار خود کسی عزت کا خواہاں نہیں ہوتا۔ اگر وہ واقعی ملک و ملت کا خیر خواہ ہے تو ووٹر خود اس کو امیدوار بننے پر آمادہ کریں گے۔ اس طرح کاغذات نامزدگی داخل کرنے کے بعد ووٹوں کی بھیک مانگنے کے لئے اسکو در بدر خاک بسر پھرنا نہیں پڑے گا۔ ووٹر

باقی بر صفحہ ۹

خطبہ یوم الجمعۃ ۱۷ جمادی الاخریٰ مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۵۹ عیسوی

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْد

اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں اندھے کون ہیں

اللہ تعالیٰ سے تعلق کے معاملہ میں وہ اندھے کس کس قسم کے کام کرتے ہیں

ان اندھوں کی کارکردگی کے نمونے ملاحظہ ہوں

پہلا نمونہ

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ط اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِہٖۤ اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٌ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَکُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ لِیُنْذِرَکُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ فَکَذَّبُوْہُ فَاَنْجَیْنٰہُ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ فِی الْفُلْکِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ط اِنَّہُمْ کَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ ۝) ـ سورۃ الاعراف ع ۸ ـ پ ۸ ـ ترجمہ۔ البتہ تحقیق ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ پس اس نے کہا۔ اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہیں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس کی قوم کے سرداروں نے کہا۔ ہم تجھے صریح گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ فرمایا۔ اے میری قوم میں ہرگز گمراہ نہیں ہوں۔ لیکن میں جہان کے پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا ہوں۔ تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں۔ اور تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوا کہ تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کی زبانی تمہارے پاس نصیحت آئی ہے۔ تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ اور تاکہ تم رحم کئے جاؤ۔ پھر انہوں نے اُسے جھٹلایا۔ پھر ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو کشتی میں بچا لیا اور جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے۔ انہیں غرق کر دیا۔ بے شک وہ لوگ اندھے تھے۔

اس بدنصیب عقل کے اندھوں کی قوم

کے پاس حضرت نوح علیہ السلام پورے ساڑھے نو سو سال رہے اور ان لوگوں کو اللہ تعالےٰ کا مخلص بندہ بنانے کے لئے دن اور رات برابر کوشش کرتے رہے مگر اس بدنصیب عقل کی اندھی قوم کی پھر بھی اصلاح نہ ہوئی۔ بالآخر وہ لوگ دوزخ کا ٹکٹ لے کر دنیا سے رخصت ہوئے

دونوں چیزوں کا ثبوت ملاحظہ ہو

پہلی

(وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ فَلَبِثَ فِیْہِمْ اَلْفَ سَنَۃٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا ط فَاَخَذَہُمُ الطُّوْفَانُ وَہُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝) سورۃ العنکبوت ع ۲ ـ پ ۲۰ ـ ترجمہ۔ اور ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔ پھر وہ ان میں پچاس برس کم ہزار برس رہے۔ پھر انہیں طوفان نے آ پکڑا۔ اور وہ ظالم تھے۔

دوسری

(قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَہَارًا ۝ فَلَمْ یَزِدْہُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَاِنِّیْ کُلَّمَا دَعَوْتُہُمْ لِتَغْفِرَ لَہُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَہُمْ فِیْۤ اٰذَانِہِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَہُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَکْبَرُوا اسْتِکْبَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُہُمْ جِہَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَہُمْ وَاَسْرَرْتُ لَہُمْ اِسْرَارًا ۝) سورۃ نوح ع ۱ پ ۲۹ ـ ترجمہ۔ (نوح علیہ السلام نے) کہا۔ اے میرے رب۔ میں نے اپنی قوم کو رات اور دن بلایا۔ پھر وہ میرے بلانے سے اور بھی زیادہ بھاگتے رہے اور بے شک جب کبھی میں نے انہیں بلایا تاکہ تو انہیں معاف کر دے۔ تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں رکھ لیں اور انہوں نے اپنے کپڑے اوڑھ لئے اور ضد کی اور بہت بڑا تکبر کیا۔ پھر میں نے انہیں کھلم کھلا بھی بلایا۔ پھر میں نے انہیں علانیہ بھی کہا اور مخفی طور پر بھی کہا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے دکھی دل سے

یہ بد دعا نکلی

حضرت نوح علیہ السلام کے صبر اور استقلال کا اندازہ لگائیے کہ ساڑھے نو سو سال کے دن اور رات قوم کی اصلاح اور ان کی دنیا اور آخرت کی بہتری کے لئے انہیں پیغام حق پہنچاتے رہے۔ مگر ان عقل کے اندھوں نے نہ پیغمبر خدا کا کہا مانا۔ نہ خدا تعالیٰ کو راضی کیا۔ پھر اس مظلوم کے دل سے

یہ آہ نکلی

(قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِیْ کَذَّبُوْنِ ۝ فَافْتَحْ بَیْنِیْ وَبَیْنَہُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِیْ وَمَنْ مَّعِیَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ فَاَنْجَیْنٰہُ وَمَنْ مَّعَہٗ فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِیْنَ ۝ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ط وَمَا کَانَ اَکْثَرُہُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝) سورۃ الشعراء ع ۶ پ ۱۹ ـ ترجمہ۔ (نوح علیہ السلام نے) کہا اے میرے رب میری قوم نے مجھے جھٹلایا ہے پس تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ ہی کر دے اور مجھے اور جو میرے ساتھ ایمان والے ہیں نجات دے۔ پھر ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ بھری کشتی میں تھے بچا لیا۔

پھر ہم نے اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ البتہ اس میں بڑی نشانی ہے اور ان میں سے (یعنی نوح ؑ کی قوم میں سے) اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے اندھوں

نے جب انہیں نوح علیہ السلام دعوت الی اللہ دیا کرتے تھے تو وہ مندرجہ ذیل حرکتیں کرتے تھے۔

(۱) حضرت نوح علیہ السلام سے کہتے کہ تم گمراہ ہو (۲) جب انہیں نصیحت فرماتے تو کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے۔ تاکہ نوح علیہ السلام کی آواز ان کے کان میں نہ پڑے (۳) اور اپنے اوپر کپڑے اوڑھ لیتے تاکہ ان کی آواز کان میں نہ پڑے واقعی اگر آدمی ایک بڑا لحاف اپنے سر اور کانوں پر ڈال کر لیٹ جائے تو اس طریقے سے آواز کے کان تک پہنچنے میں یقیناً رکاوٹ ہوگی۔ (۴) اور ضد پر اڑ جاتے کہ تیری بات نہ سننی ہے اور نہ ماننی ہے۔ (۵) اور نوح علیہ السلام کو نعوذ باللہ حقیر سمجھتے اور اپنے آپ کو بڑا خیال کرتے۔ تب ہی تو اس کی بات سننا بھی نہیں چاہتے تھے۔

دوسرا نمونہ

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِىْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝ وَكَذٰلِكَ نَجْزِىْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۗ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ۝ سورہ طہٰ ع ۷ پ ۱۶

ترجمہ۔ اور جو میرے ذکر سے منہ پھیریگا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی۔ اور اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائینگے کہیگا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا۔ حالانکہ میں (دنیا میں) بینا تھا۔ فرمائے گا۔ اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں پہنچی تھیں۔ پھر تو نے انہیں بھلا دیا تھا۔ اور اسی طرح آج تو بھی بھلایا گیا ہے اور اسی طرح ہم بدلہ دیں گے جو حد سے نکلا اور اپنے رب کی آیتوں پہ ایمان نہیں لایا۔ اور البتہ آخرت کا عذاب بڑا سخت اور دیر پا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر

سے مراد قرآن مجید ہے۔ جس سے منہ موڑنے کے باعث دنیا کی زندگی میں طرح طرح کی تنگی آئے گی اور قیامت کے دن ایسے شخص کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

اس کا ثبوت

میں نے سطور بالا میں عرض کیا ہے کہ ذکر سے مراد قرآن مجید ہے۔ اس کا ثبوت خود قرآن مجید میں ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ سورۃ الحجر ع ۱ پ ۱۴۔ ترجمہ ہم نے یہ نصیحت (یعنی قرآن مجید) اتاری ہے اور بے شک ہم اسکے نگہبان ہیں۔

نتیجہ

جو پہلا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ اس سے بالکل واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ جو لوگ قرآن مجید کے پڑھنے اور سمجھنے اور اور اس پر عمل کرنے میں دنیا میں بے توجہی اور لاپرواہی برتیں گے اللہ جلشانہٗ کا اعلان ہے کہ انہیں دنیا میں بھی چین نصیب نہیں ہوگا اور قیامت کے دن میدان محشر میں اندھے کر کے اٹھائے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے اعلان پر میرا یقین

میں اللہ تعالیٰ کے مذکور الصدر اعلان کی تصدیق کے لئے درس میں کہا کرتا ہوں کہ میرا اللہ سچا ہے اور اس کا اعلان بالکل ٹھیک ہے۔ اس کا ثبوت سنئے لاہور میں ایک ایسے شخص کی مثال لیجئے جسکی کوٹھی اڑھائی لاکھ روپے کے خرچ سے تعمیر ہوئی ہو اور اس کو اللہ تعالیٰ نے سواری کے لئے موٹر بھی دے رکھی ہو۔ اور گھر میں بیوی بھی زندہ ہو۔ اور آج کل کی ترقی کے لحاظ سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہوں اور چاروں ہی گریجویٹ ہوں۔ مگر بایں ہمہ اس کوٹھی میں وضو کرنے کے لئے لوٹا نہ ہو اور نماز پڑھنے کیلئے مصلیٰ نہ ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کے اعلان کے بھروسہ پر قسم کھا کر کہا کرتا ہوں۔ کہ وہاں کے رہنے والوں کو ایسی تکلیفوں کا سامنا ہوگا کہ نہ دن کو چین اور رات کو آرام کی نیند سوتے ہونگے۔ اگر کسی مسلمان کی بیوی کوٹھی والی بیگم صاحبہ کی سہیلی بن جائے اور اس عورت کا شوہر میاں صاحب کا یار غار بن جائے۔ اور یہ دونوں میاں بیوی میاں صاحب اور بیگم صاحبہ سے اندرونی حالات دریافت کریں۔ پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ بظاہر تو وہ شان و شوکت تھی۔ لیکن اندر دونوں کے دل سورج کے سامنے جس طرح موم پگھلتی ہے۔ اس طرح پگھل رہے ہیں ناسور کی طرح جو اندر ہی اندر رستا رہتا ہے۔ اسی طرح میاں صاحب اور بیگم صاحبہ کے دل اندر ہی اندر غموں سے پگھل رہے ہیں۔ اور علی الاعلان کسی پر ان غموں کا اظہار بھی نہیں کر سکتے۔ اور یہ بیان حتمی اور قطعی دے رہا ہوں۔ اس سے آگے تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ ورنہ آگے جانا چاہوں تو جا سکتا ہوں۔ دنیا میں مسلمان کہلا کر قرآن مجید سے لاپرواہی کی یہ سزا ملتی ہے اور آخرت کے متعلق میرا ایمان ہے اور ہر مسلمان کا اس پر ایمان ہونا لازمی ہے۔ کہ ایسے لوگ قیامت کے دن اندھے کر کے میدان محشر میں لائے جائیں گے اور جب اس کا سبب پوچھیں گے تو یہی جواب ملیگا کہ چونکہ تم نے دنیا میں میرے نازل کردہ قرآن مجید کو نظر انداز کیا ہوا تھا۔ آج اس جرم کی پاداش میں اندھا کر کے اٹھایا گیا ہے۔

تیسرا نمونہ

(وَمَنْ كَانَ فِىْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝) سورہ بنی اسرائیل ع ۸۔ پ ۱۵۔ ترجمہ اور جو کوئی اس جہان میں اندھا رہا۔ (یعنی قرآن مجید کے نور سے اپنے دل کو روشن نہ کیا۔ اس کے دل میں نہ اللہ تعالیٰ کی کلام پاک (قرآن مجید) کی عظمت کا نور ہوگا۔ اور نہ اس کے شارح (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات (جو قرآن مجید کی ایک طرح پر تفسیر ہیں) کا نور ہوگا۔ ان دونوں نوروں سے دنیا میں بے بہرہ ہونے کے باعث قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھایا جائے گا۔ (وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا) اور راستہ سے بہت دور ہٹا ہوا (ہوگا) بعض حضرات نے (اضل سبیلا) کا یہ مطلب لیا ہے کہ دنیا میں تو تلافی مافات (یعنی غلطی کی اصلاح) کا امکان تھا۔ آخرت میں اس سے بھی دور جا پڑا۔

کیونکہ اب توبہ کا دروازہ بھی بند ہو چکا ہے

حاصل

یہ نکلا۔ اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں جو مرد یا عورتیں اندھے ہیں۔ ان کی ایک نشانی یہ ہے کہ قرآن مجید اور ارشادات پیغمبر کا نور ان کے دلوں میں نہیں ہوتا۔ یہ لوگ قیامت کے دن اندھے کرکے اٹھائے جائیں گے۔

نور حاصل کرنیکے دو طریقے

نمبر اول تو یہ ہے کہ کسی کتاب وسنتہ کے ماہر عالم سے سبقاً سبقاً یہ علوم پڑھے جائیں۔ جس طرح دوسرے دنیاوی علوم قابل استادوں سے پڑھے جاتے ہیں۔ نمبر دوم یہ ہے کہ کسی مسلمانوں کے معتمد عالم کا ترجمہ کیا ہوا قرآن مجید خرید کر گھر میں رکھا جائے اور قرآن مجید کی ایک ایک آیت پڑھ کر ساتھ ہی ساتھ اس کا ترجمہ بھی پڑھتے جائیں اور اگر اس آیت پر کوئی حاشیہ ہو تو وہ بھی دیکھتے جائیں جیسے آج کل حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ کے ترجمہ اور شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حاشیہ والا قرآن مجید خرید لیں جو تاج کمپنی والوں نے کراچی سے شائع کیا ہے۔ اس مترجم قرآن مجید کے پڑھنے سے بھی قرآن مجید کے ارشادات کی کافی سے زیادہ سمجھ آ جائے گی۔ اور اللہ کے فضل سے مجھے یقین کامل ہے کہ ہر پڑھا لکھا (مرد ہو یا عورت) اس قرآن مجید سے اتنا ضرور فائدہ اٹھالے گا کہ دنیا میں نیکوں کی فہرست میں شامل ہونے کے قابل ہو جائے اور قیامت کے دن اندھا ہو کر اٹھنے سے نجات پا جائے وما علینا الا البلاغ۔

چوتھا طریقہ

فَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ ۝ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ۝ سورۃ الحج ع ۶ - پ ۱۷

ترجمہ۔ سو کئی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں اور وہ گنہگار تھیں۔ اب وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں اور کتنے کنوئیں نکمے اور کتنے پکے محل اجڑے ہوئے ہیں۔ کیا انہوں نے ملک میں سیر نہیں کی۔ پھر ان کے ایسے دل ہو جاتے۔ جن سے سمجھتے یا ایسے کان ہو جاتے۔ جن سے سنتے۔ پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں۔

ان لوگوں کے اندھے ہونیکی دلیل

اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں اندھے ہونے کا جو تیسرا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کے اندھے ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ یہ لوگ کئی برباد شدہ بستیوں کو دیکھتے ہیں۔ جنکی چھتیں گری ہوئی ہیں ۔ نہ ان بستیوں کے بنانے والوں کا نام ونشان ملتا ہے اور چھتوں پر گرنیکے بعد کوئی ان کی مرمت کرنے والا نہیں ہے یعنی ان سب لوگوں کو اللہ تعالےٰ نے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ اب ان کے محلات میں الّو بول رہے ہیں۔ اور کتنے کنوئیں نکمے پڑے ہوئے ہیں۔ نہ ان کے بنانے والوں کا نشان ملتا ہے اور نہ اب ان سے کوئی فائدہ اٹھاتا ہے۔ اب سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ان غیر آباد محلات اور ان کنوؤں کے بنانے والے اللہ تعالےٰ کے غضب کے باعث تباہ و برباد ہو گئے۔ اور اب وہاں ان کا نام لیوا بھی کوئی نہیں اور نہ ان کی نشان دہی کرنے والا ہی باقی ہے ان کے بعد کے آنے والے اندھے ان برباد شدہ محلات اور بیکار پڑے ہوئے کنوؤں سے یہ عبرت حاصل نہیں کرتے کہ ہمیں اللہ تعالےٰ سے ڈرنا چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بھی ان لوگوں کی طرح یاد الٰہی سے غافل ہو جائیں آخرت کو بھلا دیں اور دنیا کے ساز وسامان اور مال ومتاع کے جمع کرنے کو زندگی کا نصب العین بنائیں اور انہیں لوگوں کی طرح ہم بھی غضب الٰہی کی مار کھائیں۔ دنیا سے انکی طرح لعنت کی موت سے مریں اور آخرت میں اندھے کرکے اٹھائے جائیں اور پیغمبر خدا کی اطلاع کے مطابق دوزخ میں دھکیل دیئے جائیں۔ جس طرح اندھا کوئی چیز نہیں دیکھتا اسیطرح ان باطن کے اندھوں نے مذکور الصدر سنیا ناسی کا منظر دیکھا۔ مگر اپنے باطن کے اندھاپن کے باعث کوئی عبرت حاصل نہ کی۔ اللھم لاتجعلنا منھم۔

پانچواں نمونہ

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۝ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝ قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝ سورۃ الانعام ع ۱۲ و ۱۳ پ ۷۔

ترجمہ۔ اور اللہ کے شریک جنوں کو ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ اس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اور جہالت سے اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔ وہ پاک ہے اور ان باتوں سے بہت بلند ہے جو وہ بیان کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کو از سر نو پیدا کرنیوالا ہے اس کا بیٹا کیونکر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اسکی کوئی بیوی نہیں اور اس نے ہر چیز کو بنایا ہے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے یہی اللہ تمہارا رب ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ ہر چیز کا پیدا کرنیوالا ہے پس اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔ اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ اور وہ آنکھوں کو دیکھ سکتا ہے۔ اور وہ نہایت باریک بین اور خبردار ہے۔ تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں آ چکیں۔ پھر جس نے دیکھ لیا تو خود ہی نفع اٹھایا۔ اور جو اندھا رہا سو اپنا نقصان کیا اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

یعنی اگرچہ خدا ہمیں دکھائی نہیں دیتا۔ مگر اس کے بصیرت افروز نشانات و دلائل ہمارے سامنے ہیں جو آنکھ کھول کر دیکھیگا خدا کو پالیگا اور جو اندھا بن گیا۔ اس نے اپنا نقصان کیا۔ میرے ذمہ یہ نہیں کہ کسی کو دیکھنے پر مجبور کر دوں۔

حاصل

یہ نکلا کہ بصیرت افروز نشانات اور دلائل دیکھ کر بھی جو باطن کے اندھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار نہیں کرتے اور یہ ان کی بدنصیبی ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کے کرشموں کو دیکھ کر اسکی توحید کا اقرار کرتے اور اس محسن حقیقی سے عقیدت تامہ رکھتے اور اس کے ہر حکم کو دل وجان سے قبول کرتے۔ دنیا کی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے مالامال ہوتے اور آخرت میں

دوزخ سے بچ کر اپنا ٹھکانا بنا لیتے۔ ایسے لوگوں کی یہ انتہائی بدقسمتی ہے کہ باطن میں حق و باطل میں تمیز کرنے کیلئے جو اثر فطرت اللہ تعالیٰ نے مادر زاد عطا فرمایا تھا۔ اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور ہادی (پیغمبر خدا) کے جھنجھوڑنے پر بھی آنکھ نہ کھولی۔ بلکہ الٹا جگانے والے (یعنی پیغمبر) کو اپنا دشمن سمجھتے رہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بجائے رحمت کے لعنت کی موت سے مرے اور قبر کو دوزخ کا گڑھا اور آخرت میں جہنم کے داخلے کا ٹکٹ دنیا ہی سے لے کر رخصت ہوئے۔ اللھم برحمتک استغیث یا ارحم الراحمین

چھٹا نمونہ

باطن کے اندھوں کا یہ چھٹا نمبر پیش کیا جاتا ہے

لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ رُسُلًا كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ۝ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝

سورۃ المائدہ ع ۱۰- پ ۶- ترجمہ- ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیا تھا اور انکی طرف کئی رسول بھیجے تھے۔ جب کبھی کوئی رسول ان کے پاس وہ حکم لایا جو انکے نفس نہیں چاہتے تھے تو ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کر ڈالا اور یہی گمان کیا کہ کوئی فتنہ نہیں ہوگا۔ پھر اندھے اور بہرے ہوئے۔ پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی۔ پھر ان میں سے اکثر اندھے اور بہرے ہو گئے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اللہ دیکھتا ہے۔

باطن کے اندھوں

نے انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری کے بعد ایسی حرکتیں کیں جو انہیں سیدھا دوزخ میں پہنچانے والی تھیں اور وہ حرکتیں یہ تھیں کہ بلحاظ اعلان قرآن مجید کے انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت کو علی الاعلان جھٹلایا کہ وہ حضرات تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو پیغام حق پہنچائیں اور بنی اسرائیل کے دادے پڑدادے ان کو جھٹلائیں۔ حالانکہ ایک معمولی سچے آدمی کو جھٹلانے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے چہ جائیکہ ایک پیغمبر خدا کو جھٹلایا جائے۔ اس کا نتیجہ پھر یہی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی انسان پر بجائے رحمت الٰہی کے اس بدنصیب انسان پر لعنت الٰہی نازل کرنے کا باعث بن جائے اور سنئیے بنی اسرائیل کے دادوں پڑدادوں نے انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت کو قتل بھی کیا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک معمولی انسان کے ناحق قتل کرنے پر اللہ تعالیٰ قاتل سے ناراض ہو جاتا ہے اور قاتل پر بجائے رحمت الٰہی کے اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے۔ چہ جائیکہ ایک اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر کو قتل کرنا۔ جتنے افراد اس پیغمبر کے قتل کرنے میں شریک ہونگے یا اس کے قتل کے مشورہ میں تائید کرنے والے ہوں گے سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بجائے لعنت نازل ہوگی اور پھر یہ غضب دیکھئے کہ ایک پیغمبر کو نہیں۔ بلکہ پیغمبروں کی ایک جماعت کو ان کے دادوں پڑدادوں نے قتل کیا تھا۔ پھر اندازہ لگائیے کہ ان باطن کے اندھوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنتوں کے کتنے تہ بر تہ انبار چڑھے ہونگے۔

حاصل

یہ نکلا کہ باطن کے اندھوں کا دنیا میں ایک طرز عمل یہ بھی رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو شہید کیا کرتے تھے۔ جن کے باعث ان اندھوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنتیں برسا کرتی تھیں اور آپ کو معلوم ہے کہ ان نمونوں میں جو یکے بعد دیگرے پیش کر رہا ہوں۔ یہی چیز دکھائی تھی کہ باطن کے اندھے کیا کیا حرکتیں کرتے رہے ہیں۔

ساتواں نمونہ

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝

سورہ محمد ع ۳- پ ۲۶- ترجمہ- اور وہ لوگ کہتے ہیں جو ایمان لائے۔ کوئی سورت کیوں نہیں نازل ہوئی سو جس وقت کوئی صاف (مضمون کی) سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں جہاد کا بھی ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری (نفاق کی) ہے۔ آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں۔ جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو بس ایسے لوگوں کے لئے تباہی ہے۔ حکم ماننا اور نیک بات کہنا (لازم ہے) پس جب بات قرار پا جائے تو اگر وہ اللہ سے سچے رہیں تو ان کیلئے بہتر ہے۔ پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم ملک کے حاکم ہو جاؤ تو ملک میں فساد مچانے اور قطع رحمی کرنے لگو۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔ پھر انہیں بہرہ اور اندھا بھی کر دیا ہے۔ اللھم لا تجعلنا منھم

ان آیات پر حضرت شیخ الاسلام کے حواشی

ملاحظہ ہوں" یعنی ایسی سورت جس میں جہاد کی اجازت ہو (یعنی مسلمان تو ایسی سورت کے نازل ہونے کے آرزومند ہیں تاکہ جس طرح کافر انہیں طرح طرح کے ایذاء پہنچاتے ہیں۔ مسلمان بھی جہاد کی اجازت کے بعد ان سے بدلہ لیں۔ پھر جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے) جو پکے نپے احکام پر مشتمل ہے جو غیر منسوخ ہیں اور ٹھیک اپنے وقت پر اترتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ مسلمان سورت مانگتے تھے۔ یعنی کافروں کی ایذا سے عاجز ہو کر آرزو کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جہاد کا حکم دے تو جو ہم سے ہو سکے کر گذریں۔ جب جہاد کا حکم آیا تو منافق اور کچے لوگوں پر بھاری ہوا۔ خوفزدہ اور بے رونق آنکھوں سے پیغمبر کی طرف دیکھنے لگے کہ کاش ہم کو اس حکم سے معاف رکھیں۔ بے حد خوف میں بھی آنکھ کی رونق نہیں رہتی۔ جیسے مرتے وقت آنکھوں کا نور جاتا رہتا ہے۔ یعنی ظاہر میں یہ لوگ فرمانبرداری کا اظہار اور زبان سے اسلام و احکام اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔ مگر کام کی بات یہ ہے کہ عملاً خدا اور رسول کا حکم مانیں اور بات اچھی معقول کہیں۔ پھر جب جہاد وغیرہ میں کام کی تاکید اور زور آ پڑے۔ اس وقت اللہ کے سامنے سچے ثابت ہوں تو یہ صورت انکی بہتری اور بھلائی کی ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ یعنی حکم شرع کو نہ ماننے سے کافر ہو جاتا ہے۔ اللہ کا حکم ہر طرح جاننا ہی چاہیئے۔ پھر رسول بھی جانتا ہے کہ نامردوں کو کیوں لڑوائے ہاں جب بہت ہی تاکید آ پڑے۔ اسی وقت لڑنا ضروری ہوگا۔ نہیں تو لڑنے والے بہت ہیں۔

حاصل یہ نکلا کہ جہاد سے جی چرانے

والے - اصلی - کھرے - اور سچے مسلمان نہیں اللہ تعالےٰ نے ان لوگوں کو اندھا کر دیا ہے کہ اسلام کی حفاظت اور بقا اور کفار کو لڑائی کرکے نیچا دکھائے بغیر جہاں چارۂ کار نہ ہو۔ تو اصلی کھرے اور سچے مسلمان تو اسلام کے جھنڈے کے نیچے خوشی سے آجمع ہوتے ہیں - مگر باطن کے اندھے جو برائے نام مسلمان ہیں وہ جہاد میں شامل ہونے سے جی چراتے ہیں - حالانکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس جہاد کا جھنڈا ہاتھ میں اٹھا کر میدان جہاد میں آکھڑے ہوتے ہیں - انہیں اس جھنڈے کے نیچے شمع پر پروانے کی طرح آجانا چاہیئے تھا - مگر ان دل کے اندھوں نے موقعہ شناسی سے کام نہ لیا اور اپنی جان کو بچانے کے لیۓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر بھی ترجیح دی - اسی لئے ان پر اللہ تعالےٰ نے اپنی لعنت کا اعلان فرمایا علاوہ اس کے ان کے باطن کے کانوں کے بہرے اور باطن کی آنکھوں کے اندھے ہونے کا اعلان فرمایا - نعوذ باللہ من ذالک

آٹھواں نمونہ

وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ سورۃ حٰم السجدہ رکوع ۲ پ ۲۴ - ترجمہ اور وہ قوم جو ثمود تھی - ہم نے انہیں ہدایت کی - سو انہوں نے گمراہی کو بمقابلہ ہدایت کے پسند کیا - پھر انہیں ذلیل کرنے والے عذاب نے آلیا انکے اعمال کے سبب سے

حاصل

قوم ثمود کے باطن کے اندھوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو نظر انداز کیا اور باطن کا اندھا رہنا پسند کیا - اس جرم کی پاداش میں انہیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آپکڑا اور اپنی بد اعمالیوں کی سزا میں سطح دنیا سے نیست و نابود کر دیئے گئے - اللھم لا تجعلنا منہم - آمین یا الہ العالمین

یہ بالکل ٹھیک ہے

کہ تاریخ اپنے اوراق کو دہراتی ہے جس طرح آپ نے اس خطبہ کے مذکورۃ الصدر صفحات میں اس عنوان پر کافی تفصیل ملاحظہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالےٰ سے تعلق کے معاملہ میں اندھے کس کس قسم کے کام کرتے رہے ہیں - آج زمانہ کے موجودہ دَور میں بھی اسی قسم کے اندھے موجود ہیں اور آج بھی اللہ تعالےٰ سے تعلق کے معاملہ میں اندھے وہی پارٹ ادا کر رہے ہیں جو ان سے پہلی قوموں کے اندھے حق کی طرف دعوت دینے والے حضرات انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ادا کیا کرتے تھے -

آج کل کے اندھوں کی گذشتہ زمانوں کے اندھوں سے

اقوال اور افعال میں تطبیق دینے کے باعث موجودہ دَور کو اندھوں کو چیں بجبیں نہیں ہونا چاہیئے - بلکہ اس تطبیق کو بالکل خیر خواہی پر محمول کرنا چاہیئے -

اس خیر خواہی کی مثال

بعینہٖ اسی طرح ہے - کہ جس طرح ایک طبیب یا ڈاکٹر مریض کو اس کے وجود کے باطنی امراض پر مطلع کرتا ہے - وہ مریض کو کہتا ہے کہ بھائی تیرا جگر خراب ہے اور تیرا پھیپھڑا بھی خراب ہے - اور تیرے چہرے کی رنگت بالکل خراب ہے اللہ تعالےٰ کے فضل سے میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی عزت ہے - میں کتاب و سنۃ کو سامنے رکھ کر آپ کی تہذیب یا تمدن یا معاشرت پر تنقید کرتا ہوں - اسکی غرض فقط آپ کی خیر خواہی ہے تاکہ آپ کا تعلق اللہ تعالےٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے درست ہو جائے - تاکہ مرنے کے بعد میری اور آپ کی قبریں بہشت کا باغ بن جائیں اور قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو اور دوزخ سے بچ کر جنت میں پہنچ جائیں -

اب تطبیق ملاحظہ ہو

۱ - ہادیوں پر تمسخر اڑانا

(یعنی ہادیوں پر مذاق اڑانا) (دَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰىٓ اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝) سورۃ المومنون ع ۶ پ ۱۸ - ترجمہ - اور جن کا (نیکیوں کا) پلہ ہلکا ہوگا تو وہی یہ لوگ ہوں گے - جنہوں نے اپنا نقصان کیا - ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہوں گے ان کے مونہوں کو آگ جھلسے گی اور وہ اس میں بدشکل ہونے والے ہوں گے کیا تمہیں ہماری آئتیں نہیں سنائی جاتی تھیں - پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے - کہیں گے - اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی اور ہم لوگ گمراہ تھے - اے رب ہمارے ہمیں اس (دوزخ) سے نکال دے - اگر پھر کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے - فرمائے گا - اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو - میرے بندوں میں سے ایک گروہ تھا جو کہتے تھے اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بہت بڑا رحم کرنیوالا ہے - سو تم نے ان کی ہنسی اڑائی - یہانتک انہوں نے تمہیں میری یاد بھی بھلادی اور تم ان سے ہنسی ہی کرتے رہے - آج میں نے انہیں ان کے صبر کا بدلہ دیا کہ وہی کامیاب ہوئے -

کیا آج لاہور میں بے دینوں کا ایک طبقہ ایسا موجود نہیں

جو حاملین دین پر مذاق اڑاتے ہیں - کیا لاہور کے ایک بے دینوں کا طبقہ یہ الفاظ منہ سے نہیں نکالتا کہ مولوی بڑے بے ایمان ہیں ؟ ان حاملین دین علمائے کرام کی ذاتی توہین کے علاوہ ملا ازم کا لفظ کہہ کر علماء دین کے پاکیزہ خیالات کی توہین نہیں کرتا ؟ کیا علماء دین کو ملا ازم کہتے ہوئے اس بے دین کے دل میں علماء کرام کی توہین پیش نظر ہوتی ہے یا نہیں - اے بے دین مسلمان - اگر تیرے روبرو پیغمبر خدا کوئی

آتا۔ تو تم اُس کی بھی ویسی ہی توہین کرتے جیسی کہ تم سے پہلے ناعاقبت اندیش بے دینوں نے کی تھی۔

اے ناعاقبت اندیش بے دین

تو اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ کیا علماءِ کرام تجھ سے زیادہ شراب پیتے ہیں۔ اس لئے وہ تیری نظر میں توہین کے مستحق ہیں۔ کیا تم سے زیادہ رنڈیوں کے گانے سنتے ہیں جو تمہاری نظر میں حقیر ہیں کیا تم سے زیادہ رات کو لہو و لعب کی مجلس سینما میں گزارتے ہیں۔ اس لئے تمہاری نظر میں حقیر ہیں۔ کیا تم سے زیادہ آپس میں بیویوں کا تبادلہ کر کے (یعنی ڈانس کرتے ہوئے) ناچتے ہیں۔ کیا تم حی علی الصلوٰۃ (نماز کے لئے آ جاؤ) کی آواز سنتے ہی کوٹھیوں اور بنگلوں سے نکل کر مسجد کی طرف اٹھ دوڑتے ہو اور علماءِ کرام گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور کیا جب ماہ رمضان کا چاند نظر آتا ہے تو تم تو باقاعدہ روزے رکھنے شروع کر دیتے ہو۔ اور علماءِ کرام یا تو روزہ رکھتے ہی نہیں اور یا رکھتے ہیں تو کسی دن رکھا۔ کسی دن چھوڑ دیا۔ سردست انہی ہی چیزوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ پھر

اے ناعاقبت اندیش بے دین

مسلمان۔ پھر تو ہی فیصلہ کر۔ کیا تم نے وہی سماں نہیں بنا رکھا جو گزشتہ زمانوں کے بے دین۔ ناعاقبت اندیش اور عقل کے اندھے انسان انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں خم ٹھوک کر اس قسم کی ناشائستہ حرکتیں کرتے تھے اور وہ حضرات صبر سے کام لیتے تھے۔

ان حضرات کی طرح

آج علماءِ دین تیرے طعنے اور توہین آمیز الفاظ سُن کر صبر سے کام لے رہے ہیں اور تمہارے توہین آمیز الفاظ کو اللہ تعالیٰ کے فرشتے لکھ رہے ہیں۔

اور اے بے دین ناعاقبت اندیش مسلمان

قیامت کے دن احکم الحاکمین یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ وعم نوالہ کی عدالت عالیہ میں علمبرداران قرآن مجید اور حدیث نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام اور تیرے درمیان جو اختلاف ہے۔ وہ مقدمہ پیش ہوگا

از جناب محمد اسماعیل ساغر واہ کینٹ۔

حمد

اے خدائے لم یزل اے مالکِ کون و مکاں — تیری قدرت سے ہیں پیدا یہ زمین و آسماں

دہر میں ہر سُو تیرے بکھرے ہوئے انوار ہیں — دشت و صحرا ہیں کہیں پر اور کہیں گلزار ہیں

تیرے ذروں سے درخشاں ذرّے ذرّے کی جبیں — تیرے پَرتو سے منوّر ہے رُخِ ماہ مبیں

تجھ ہی سے تابندہ ہیں یہ آفتاب و ماہتاب — تیرے دم سے چہرۂ شب پر ہے صبح کی نقاب

پتے پتے پر تیری توحید کی تحریر ہے — غنچہ غنچہ تیری حکمت کی حسیں تصویر ہے

ہو بلندی آسماں کی یا ہو پہنائے زمیں — تو نہ ہو موجود جس جا کوئی ایسی جا نہیں

منظرِ شامِ شفق ہو یا ہو صبح کی بہار
تو ہے سو سو رنگ میں ہر ایک جا پر آشکار

اور انشاء اللہ تعالیٰ مجھے امید ہے کہ

فیصلہ یہ ہوگا

إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنتُم مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ ۝ إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ ان آیات کا ترجمہ پہلے آ چکا ہے۔ وہیں سے دیکھ لینا۔ وما علینا الا البلاغ واللہ یہدی من یشاء الیٰ صراطِ مستقیم ⁂

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے

اس کے لئے ووٹ فراہم کرنے کا خود بندوبست کریں گے۔ اس امیدوار اور موجودہ دَور کے امیدوار کے طریق کار میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ نہ یہ اپنے منہ میاں مٹھو بنے گا اور نہ دوسرے امیدواروں پر زبان طعن دراز کرے گا۔ منتخب ہو جانے کے بعد اس کا رویہ اور ہوگا۔ ذاتی اغراض کی بجائے اس کے پیشِ نظر دوسروں کی بہبودی اور بھلائی ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجودہ دَور کے امیدوار کے متعلق فرماتے ہیں کہ جو شخص عزت کا عہدہ مانگ کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی مدد سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزی طریق انتخاب کا نتیجہ ملک و ملت کے حق میں نہ اب تک اچھا نکلا ہے اور نہ آئندہ نکلنے کی امید ہے اقبال مرحوم نے خوب کہا ہے ؎

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

مجلس ذکر منعقدہ ۱۶ جمادی الاخری ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۹۵۹ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

نصاب تعلیم ذکر الٰہی کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کی ہر چیز ذاکر نظر آتی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

مسلمان پہلے اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ ؐ کے ارشادات کو عقیدتاً مانتا ہے۔ لیکن اللہ ھُو کے پاک نام کی برکت سے بصیرتاً ماننے لگتا ہے۔ عقیدت اور بصیرت میں فرق ہے۔ عام طور پر مسلمان اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم پر دل سے مہر تصدیق لگاتے ہیں۔ یہ عقیدتاً ماننا ہے۔ بصیرتاً ماننے کے یہ معنی ہیں۔ کہ باطن کی آنکھوں سے دیکھ کر ماننے۔ ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ جس سے آپ دونوں کا فرق سمجھ جائیں گے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ط الآیہ (سورہ بنی اسرائیل ع ۵ - پ ۱۵) (ترجمہ۔ اور ایسی کوئی چیز نہیں جو اسکی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو۔ لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے) اِنْ اور اِلَّا کلمہ حصر کا ہے۔ اس کے یہ معنی ہونگے کہ زمین اور آسمان کی ہر چیز اللہ تعالےٰ کی تسبیح کر رہی ہے۔ زمین - درخت - پہاڑ سب ذاکر ہیں۔ کیونکہ زمین بھی ایک شے ہے۔ درخت بھی ایک شئے ہے۔ اور پہاڑ بھی ایک شئے ہے۔ ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان بالکل ٹھیک ہے۔ اس کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ یہ عقیدتاً ماننا ہے۔ اولیائے کرام کے جوتوں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا جائے تو یہ قال حال بن جاتا ہے اللہ ھُو کے پاک نام کی برکت سے ایک درجہ ایسا آتا ہے کہ زمین۔ درخت کا ہر پتہ پہاڑ غرضیکہ ہر چیز ذاکر نظر آتی ہے

اسکی مثال

جس کے ہاتھ میں ٹیلیفون کا ریسیور (RECEIVER) وہ تو سب کچھ سنتا ہے۔ لیکن پاس بیٹھا ہوا دوسرا شخص نہیں سنتا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ جن کو باطن کی بینائی عطا فرماتے ہیں۔ وہ ہر چیز کا ذکر سنتے ہیں۔ ان کے پاس بیٹھا ہوا باطن کا اندھا کسی چیز کے ذکر کو نہیں سنتا۔

اولیاء کرام

میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اولیاء کرام کے جوتوں کی خاک کے ذروں میں سے جو موتی ملتے ہیں۔ وہ بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ میرے دونوں مربیوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ میرے دل میں انکی بڑی عزت ہے۔ مجھے اللہ تعا نے جو کچھ عطا فرمایا ہے۔ انہیں کی دعاؤں سے ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی میرے دل میں اتنی قدر ہے کہ اگر اللہ تعا فرمائے کہ اے میرے بندے یا یہ نعمت واپس دیدے تو میں اسکے عوض تجھے تاج شاہی پہنا دوں گا۔ تو میں عرض کروں گا اے اللہ! آپ تاج شاہی کسی اور کو پہنا دیں۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ میرے پاس یہ نعمت ہی رہنے دیجئے۔

میں کہا کرتا ہوں کہ رنگ ہے قرآن صِبْغَةَ اللَّهِ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ز الآیہ (سورۃ البقرہ ع ۱۶ پ ۱) (ترجمہ۔ اللہ کا رنگ۔ اور اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہے) اس رنگ کے رنگ فروش ہیں علماء کرام اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام۔ علماء کرام تو قرآن مجید کے معنی اور مطالب سمجھا دیتے ہیں۔ یہ قال ہے صوفیائے عظام اپنی صحبت میں بٹھا کر اس قال کو حال بنا دیتے ہیں۔

ہر چیز ذاکر ہے

میں نے قرآن مجید کی جو آیت پڑھی ہے۔ علماء کرام تو آپ کو اس کا مطلب سمجھا دیں گے۔ لیکن اگر آپ کسی کامل کی صحبت میں مدت مدید تک عقیدت۔ ادب اور اطاعت سے رہ کر اپنی تربیت کرائیں اور اللہ تعالےٰ کا فضل بھی آپ کے شامل حال ہو جائے۔ اس کے بعد آپ کو محسوس ہوگا کہ ہر چیز ذاکر ہے۔ پھر اگر ساری دنیا کہے کہ نہیں یہ غلط ہے تو آپ کہینگے کہ میرے اللہ کا فرمان سچا ہے۔ اور ساری دنیا جھوٹی ہے۔

مرنے کے بعد

انسان ایک بار کلمہ بھی نہیں پڑھ سکتا جس طرح ملزم جب گرفتار ہو جائے۔ تو اس کو نہ اپنے گھر جانے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اور نہ وہ کسی سے مل سکتا ہے۔ اسی طرح درخت جب ہرا بھرا ہے تو اس کی ہر ٹہنی اور ہر پتہ ذکر میں مشغول ہوتا ہے۔ لیکن جب اس کی ٹہنی کٹ جائے تو وہ ٹہنی اور اس پر جتنے پتے ہیں۔ سب مر جاتے ہیں پھر ان کا ذکر ختم ہو جاتا ہے۔ زمین بھی ذاکر ہے۔ لیکن جب مٹی کھود لی جائے اور اس کی اینٹیں بھٹہ میں پکا لی جائیں تو وہ مرگئی۔ کسی عارف نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے ؎

بشنو از نئے چوں حکایت می کند
واز جدائیہا شکایت مے کند

(ترجمہ۔ بانسری جب اپنی حکایت بیان کرتی ہے تو اس کو سنو۔ اور وہ (اصل سے) جدا ہونے کی شکایت کرتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بانسری اپنی اصل سے کٹ کر رو رہی ہے۔ جب اصل کے ساتھ وابستہ تھی تو ذاکر تھی۔ جب اصل سے کٹ گئی تو مرگئی۔

سب کی اصل

اللہ جل شانہٗ ہیں۔ غافل انسان جب اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ لیتا ہے تو وہ اصل سے کٹ جاتا ہے اور مر جاتا ہے۔ وہ اللہ اور رسول اللہ ؐ کی اصطلاح میں مردہ ہے۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے:-

عَنْ أَبِي مُوسَى رض قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي

لا یذکرہٗ مثل الحی والمیت (متفق علیہ)
(ترجمہ۔ ابو موسیٰؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے اور جو نہیں کرتا۔ زندہ اور مردہ کی سی ہے)

اللہ ھو کا کورس

جس طرح مدارس عربیہ اور بی اے کا ایک کورس ہے اس کو پڑھ لینے کے بعد عالم عربی اور بی اے انگریزی کی ہر کتاب پڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ ھو کے پاک نام کا بھی ایک کورس ہے۔ جب انسان کی تکمیل ہو جاتی ہے تو ہر چیز ذاکر نظر آتی ہے۔ پھر پتہ لگتا ہے کہ کوچوان غافل اور گھوڑا ذاکر ہے۔ ذاکر پر غافل سوار ہو تو۔ اے غافل انسان! تجھے شرم آنی چاہیئے۔ گدھا ذاکر ہے۔ وہ دو ڈیوٹیاں دے رہا ہے۔ مالکِ حقیقی کا ذکر کر رہا ہے اور مالکِ مجازی کا بوجھ اٹھا رہا ہے۔ اسی طرح بیل بھی دو ڈیوٹیاں دیتا ہے۔ اے غافل انسان تجھ سے تو گدھا ہی اچھا ہے تو کتے سے بھی بدتر ہے۔ کتا سوکھا ٹکڑا کھا کر اپنے مجازی آقا کا وفادار اور تو مالک حقیقی کا غدار

انسان سب کا مخدوم

ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا الآیۃ (سورۃ البقرہ ع ۳ - پ ۱)۔ (ترجمہ۔ اللہ وہ ہے۔ جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا ہے)
گھوڑا۔ بیل۔ اونٹ اور گدھا سب انسان کی خدمت کیلئے ہیں اور انسان اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے ہے۔ اگر یہ ڈیوٹی پوری کرے تو یہ خلقت کے لحاظ سے بھی اعلیٰ اور نتیجہ کے لحاظ سے بھی اعلیٰ۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ٥ (سورۃ التین پ ۳۰) (ترجمہ۔ بے شک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے۔

اگر انسان

اپنی ڈیوٹی پوری نہ کرے تو یہ کتے بیل۔ گدھے اور گھوڑے وغیرہ سب سے بدتر ہے۔ وہ سب ذاکر اور یہ غافل۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۴۴

۴۴ ثم رددنٰہ اسفل سافلین ٥ (سورۃ التین ۳۰) — (ترجمہ۔ پھر ہم نے اسے سب سے نیچے پھینک دیا) اگر پہلی جماعت والا بچہ سالانہ امتحان میں پاس ہو جائے تو وہ سب کی نظر میں عزیز ہوگا۔ اگر بی اے والا فیل ہو جائے تو وہ ذلیل ہوگا۔ اسی طرح اگر انسان غافل ہے اور کتا۔ گدھا۔ گھوڑا۔ اور بیل وغیرہ ذاکر ہیں تو غافل انسان ان سب سے بدتر ہے۔

یہ بدبخت انسان اللہ تعالیٰ کی بیشمار نعمتیں کھاتا ہے۔ پلاؤ۔ زردہ۔ کیک۔ بسکٹ۔ بکریاں اور مرغیاں سب کچھ کھا جائے اور ایک دفعہ بھی یہ دعا نہ پڑھے۔ الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین (ترجمہ سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور مسلمانوں میں سے بنایا) کتا سوکھے ٹکڑے کھا کر دن رات مالک کے دروازہ پر پہرہ دیتا ہے۔ اس بدبخت انسان سے تو کتا ہی اچھا ہے۔

دعا

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو انسان بنائے۔ اپنے دروازہ پر سدا آنیکی توفیق عطا فرمائے اور اللہ ھو کے پاک نام کی برکتوں سے مستفیض فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

اخلاص کی فضیلت

از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدظلہم شیخ التفسیر والحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد

وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء ویقیموا الصلوٰۃ ویؤتوا الزکوٰۃ وذلک دین القیمۃ ٥ انما الاعمال بالنیات۔ ترجمہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

نیت کی حقیقت سمجھانے کے لئے ایک مثال ذہن میں آئی ہے۔ جس سے نیت کی حقیقت اور عمل کی حقیقت زیادہ واضح طور پر سمجھ میں آجائے گی۔ مثال یہ ہے کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ بیٹھے ہوئے ہیں کہ اچانک آپ کے سامنے کسی قسم کا کھانا یا ۴ کوئی پھل وغیرہ آیا اور آپ کی اس پر نظر پڑی اور نظر پڑنے کے بعد اس کے کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے اس کو کھا لیا تو اس صورت میں اس کھانے کی چیز مثلاً گوشت یا حلوے پر جب آپ کی نظر پڑی اور آپ نے اس کو دیکھ لیا تو گویا آپ کو اس کے وجود کا علم ہو گیا اور آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ حلوا موجود ہے۔ یہ درجہ علم کا ہوا۔ اس علم کے بعد خدا تعالیٰ نے انسان کی طبیعت میں ایک درجہ میلان اور رغبت کا رکھا ہے۔ یعنی جب کوئی مرغوب شے اس کے علم میں آتی ہے تو اس میلان اور رغبت کی قوت کو حرکت ہوتی ہے اور دل انسان کا اس چیز کی طرف جھکتا ہے۔ یہ درجہ میلان اور رغبت کا ہے اور جب یہ رغبت پیدا ہوئی تو یہ انسان کی قوت ارادیہ اور اختیاریہ کو حرکت دیتی ہے۔ یعنی انسان کے اختیار کو برانگیختہ کرتی ہے کہ وہ اپنے اختیار سے جوارح کو حرکت دے اور اس چیز کو حاصل کرے پھر انسان اس چیز کو لے کر مثلاً کھا لیتا ہے تو جب جوارح اور اعضاء حرکت میں آجاتے ہیں تو یہ درجہ عمل کا ہوتا ہے اور اس سے قبل جو رغبت پیدا ہوتی ہے۔ بس اسی رغبت کے اٹھ کھڑے ہونے کا نام نیت ہے۔ پس جو پختہ رغبت اور میلان انسان کو ہاتھ پاؤں ہلانے پر آمادہ کرتا ہے۔ اسی کو نیت کہتے ہیں غرض یہ چار مراتب ہیں۔ اول علم۔ دوسرے میلان و رغبت۔ تیسرے قدرت و ارادہ اور چوتھے عمل اور ان چاروں کا ذکر حدیث کے اول کے ٹکڑے میں آگیا۔ یعنی "انما الاعمال بالنیات" میں۔

اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔ وانما لامرئ ما نویٰ۔ یعنی انسان کو وہی ملے گا۔ جو اسکی نیت ہوگی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے جملے میں تو اعمال کا حکم بیان فرمایا کہ جیسی نیت کروگے ویسا ہی عمل سمجھا جائے گا۔ اگر اچھی نیت کی ہے تو عمل بھی اچھا ہے اور بری نیت کی ہے تو عمل بھی برا ہے۔ اور یہ جملہ اعمال کے ثمرات اور ان کی جزاء کو بیان کرنے کے لئے فرمایا

یعنی انسان کو عمل کا ثمرہ اور اس کا بدلہ اسی قسم کا ملے گا۔ جیسی اس کی نیت ہوگی اور حدیث کے اگلے حصے میں مقصود کا ذکر ہے۔ یعنی :-

فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِامْرَاَةٍ يَنْزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ ۔ یعنی جس کی ہجرت (سے نیت) خدا اور اس کے رسول کی طرف ہوگی تو اس کی ہجرت بھی خدا اور رسول ہی کی طرف ہوگی اور جس کی نیت ہجرت کرنے سے دنیا کی ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی تو اس کی ہجرت اسی کی جانب ہوگی۔ جس کی جانب اس نے ہجرت کی ہے۔

اس میں مقصد کا ذکر ہے۔ یعنی یہ دیکھو کہ عمل کا محرک کیا ہے؟ آیا خدا تعالےٰ کی خوشنودی اور اسکی رضامندی حاصل کرنے کے لئے کر رہے ہو یا کسی دنیوی غرض کے حاصل کرنے کو کر رہے ہو۔ اگر خدا کی رضا اور خوشنودی اور آخرت کے لئے کر رہے ہو۔ تو اس کو دیکھ لو اور اگر دنیا کے لئے کر رہے ہو تو اس کو دیکھ لو۔ انبیاء علیہم السلام دین کا راستہ بتانے اور بندوں کو خدا تک پہنچانے کا طریقہ بتانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس لئے یہ بات بتا دی کہ صرف عمل ہی پر نظر نہ رکھو بلکہ یہ بھی دیکھ لو کہ عمل کا محرک کیا ہے اور اس کے کرنے میں نیت کیا ہے۔ اگر عمل میں اخلاص ہے تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں اور اخلاص کے معنی لغت میں ہیں "کسی چیز کو خالص کر دینا"۔ یعنی اس میں کسی دوسری چیز کا شائبہ اور آمیزش بھی نہ ہو۔ دودھ کو خالص جب ہی کہہ سکیں گے جبکہ وہ دوسری کسی قسم کی ملاوٹ سے بالکل پاک ہو تو شریعت کی اصطلاح میں اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ عمل کو خالص خدا تعالےٰ کے لئے کرنا۔ کسی دوسری چیز کا اس میں شائبہ اور آمیزش بھی نہ ہو

حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ جو ایک بہت بڑے صوفی اور کامل بزرگ ہوئے ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام "منطق الطیر" ہے۔ اس میں وہ پرندوں کی زبان میں باتیں کرتے ہیں۔ اس کتاب کا ایک شعر ہے ؎

چیست اخلاص آنکہ از غیر خدا
فرد آئی در خلاء و در ملا

یعنی ظاہر و باطن چھپے اور کھلے خدا ہی کے لئے کام کرو۔ جس میں اور کسی کا شائبہ نہ ہو۔

اس حدیث کا شان ورود اور شان ظہور یہ ہے کہ ایک شخص جو بعد میں صحابی ہوئے۔ انہوں نے ایک مسلمان عورت سے جن کا نام ام قیس تھا نکاح کا ارادہ کیا اور ان کو پیغام بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ میں تم سے کس طرح نکاح کر سکتی ہوں تم کافر ہو اور میں غیر مسلم سے نکاح نہیں کر سکتی۔ ہاں البتہ اگر اسلام لے آؤ اور ہجرت کرو تو البتہ ممکن ہے۔ چنانچہ یہ شخص ایمان لے آئے اور مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی اور ام قیس سے نکاح کر لیا جب نبی کریمؐ کو اس واقعہ کا علم ہؤا تو آپؐ نے فرمایا کہ "جو شخص کسی عورت سے نکاح کی خاطر ہجرت کرے تو اس کی ہجرت اسی غرض کے لئے سمجھی جائے گی۔ جس کے لئے اس نے ہجرت کی ہے۔

اس جگہ ایک ضروری اور اہم بات سمجھ لینے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ اس حدیث میں غور کرنے سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نہ کسی ثواب کا ذکر فرمایا ہے نہ عقاب کا۔ یعنی یہ نہیں فرمایا کہ اگر کوئی شخص خدا اور رسول کے واسطے اور اخلاص نیت کے ساتھ ہجرت کرے گا۔ تو اس کو یہ ثواب ہوگا اور اگر کوئی دنیا کے واسطے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہجرت کرے گا تو اس کو ایسا ایسا عذاب ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ اگر کسی عبادت کے ساتھ کسی دوسری چیز کا شائبہ ہو گیا تو اگر وہ چیز کوئی معصیت ہے۔ پھر تو گناہ ہوگا اور اگر وہ کوئی امر مباح ہے تو نہ کوئی ثواب ہوگا نہ عقاب ہوگا۔ اس حدیث میں اس صحابیؓ نے نکاح کرنے کی خاطر ہجرت کی۔ سو چونکہ نکاح کرنا ایک امر جائز ہے۔ اس لئے یہ نہیں فرمایا کہ گنہگار ہوگا۔ جس درجہ کی ہجرت ہوگی اسی درجہ کا ثواب ہوگا "فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" میں عظمت شان بتا دی۔ یعنی جسکی ہجرت خدا اور رسول کی طرف ہوگی۔ اس کا کیا کہنا۔ یعنی اس کی ہجرت اعلےٰ درجہ کی ہے اور جس کی ہجرت کسی دنیوی غرض کیلئے ہوگی وہ ایک حقیر چیز ہے۔ اس کو ایک اور مثال سے سمجھ لیجئے کہ مثلاً اسلامی حکومت کی طرف سے جہاد کا حکم ہوا۔ اب ایک شخص تو ایسا ہے کہ اس نے جہاد کی اطلاع پاتے ہی تیاری کی اور خالص خدا کی راہ میں جہاد کرنے کا اعلاء کلمۃ اللہ کا ارادہ کرکے خلوص دل کے ساتھ شرکت کا ارادہ کیا اور کسی نے جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ یہ ارادہ بھی کر لیا کہ کافروں کا ساز و سامان چھین کر لاؤں گا اور کسی نے مال غنیمت کا ارادہ کیا تو اب ظاہر ہے کہ جس شخص نے خدا کی راہ میں جانفروشی اور جانبازی کی نیت کی ہے۔ اس کا اجر سب سے بڑھا ہوا ہے۔ لیکن جس شخص نے مال غنیمت کا ارادہ کیا ہے۔ اس کو اگرچہ خالص جہاد فی سبیل اللہ کا ثواب تو نہیں ہوا۔ مگر کوئی گناہ بھی نہیں ہوا۔ کیونکہ مال غنیمت حاصل کرنے کی نیت کرنا کوئی گناہ نہیں۔

ایک صحابی کا واقعہ بلا سند کتابوں میں منقول ہے کہ انہوں نے جہاد میں جانے کے وقت کہا کہ فلاں کافر کے پاس جو گدھا ہے وہ بہت عمدہ ہے۔ میں اس سے وہ گدھا چھین کر لاؤں گا۔ چنانچہ بعد میں ان صحابی کا لقب "قتیل الحمار" پڑ گیا تھا۔ اسی طرح آج کل بعض لوگ حج کے لئے جاتے وقت تجارت کی نیت سے جاتے ہیں یا اپنے احباب وغیرہ سے ملنے جاتے ہیں۔ یا بعض لوگ اس غرض کے لئے جاتے ہیں کہ وہاں سے نکاح کر لائیں گے۔ چنانچہ ہمارے ساتھ ایک رفیق تھے۔ وہ کہتے تھے کہ میں مکہ معظمہ اس غرض کے لئے جا رہا ہوں کہ وہاں میری بیوی ہے اور اس کا خط آیا ہے کہ مجھ کو آکر لے جاؤ تو میں اس کو لینے جا رہا ہوں۔ سو یہی ایک غرض تھی سفر کی۔ سو اس کا حکم یہی ہے جیسا کہ قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگو کو خالص حج کا ثواب تو نہ ملے گا۔ مگر کوئی گناہ بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ تجارت کرنا یا احباب سے ملنا یا نکاح کرنا یا بیوی کو لانا کوئی گناہ نہیں غرض جب تک کسی معصیت کا اور گناہ کا ارادہ اور نیت نہ ہو۔ گناہ لازم نہ آئے گا۔ اگرچہ اخلاص کے ثواب سے بھی محروم رہے گا اور اسی سے آجکل کے ان لوگوں کا حکم بھی معلوم ہو گیا جو شہید قوم اور شہید وطن وغیرہ کے خطابات سے یاد کئے جاتے ہیں۔ شریعت میں شہید قوم اور شہید وطن کا کوئی مرتبہ اور کوئی حیثیت نہیں شریعت میں شہید وہی ہے جو خدا کی راہ میں اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے اپنی جان دے۔ اور جو لوگ بلا لحاظ اسلام وطن اور قوم کیلئے اپنی جان دیتے ہیں ان کو اجر کی امید بھی وطن اور قوم سے رکھنی چاہیئے۔ خدا کو انکی کوئی ضرورت نہیں جن کو خدا کے دین سے واسطہ نہیں۔ خدا کو ان سے کیا واسطہ ـــــ

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

از جناب محمد شفیع علم الدین جہلم

حسرت و ندامت

عقلمند وہ ہے جو چار روزہ زندگی احکام الٰہی پر چل کر گزار دے۔ تاکہ حسرت و ندامت سے بچ جائے۔ سہ

کہتا ہے زمانے سے یہ درویش جوانمرد
جاتا ہے جدھر بندۂ حق تو بھی ادھر جا
(اقبالؒ)

(۱) مال کا بے جا صرف کرنا

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۙ (سورۃ الانفال آیت ۳۶۔ع ۴۔ پ۹)۔ ترجمہ۔ بے شک جو کافر ہیں وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ تاکہ اللہ کی راہ سے روکیں۔ سو ابھی اور بھی خرچ کریں گے۔ پھر وہ ان کے لئے حسرت ہو گا۔ پھر مغلوب کئے جائینگے اور جو کافر ہیں۔ وہ دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے۔

حق کے روکنے کے لئے جو بھی مال خرچ کرے۔ وہ آخر ندامت کے ساتھ رہ جائے گا۔ خدائی چراغ انسانی پھونکوں سے نہیں بجھ سکتا۔ اس خواہش کا انجام نامرادی ہی ہے۔ خود خدا اپنے دین کا حافظ اور ناصر ہے۔ اس کا کلمہ بلند ہو گا۔ اس کا بول بالا ہو گا۔ اس کا دین غالب ہو گا کفار منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔ دُنیا میں الگ رسوائی اور ذلت ہو گی۔ آخرت میں الگ بربادی اور خواری ہو گی... (ابن کثیرؒ)

حاصل یہ نکلا کہ دین برحق کی مخالفت میں مال خرچ کرنیوالے دو جہانوں میں حسرت و ندامت سے دوچار ہوں گے اس بُرے فعل سے انہیں فوراً تائب ہونا چاہیئے۔

۲۔ قابلِ افسوس حقیقت

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (یسٓ آیت ۳۰۔ع ۲۔ پ۲۳)۔ ترجمہ۔ کیا افسوس ہے بندوں پر ان کے پاس ایسا کوئی بھی رسول نہیں آیا۔ جس سے انہوں نے ہنسی نہ کی ہو۔

حالانکہ یہ حضرات اللہ کی طرف سے اس کے بندوں کے لئے پیغام لائے ہیں وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ (النساء آیت ۷۹۔ع ۱۔ پ۵) ترجمہ اور ہم نے تجھے لوگوں کو پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔

حالانکہ ان حضرات کا مذاق اڑانا مقصود نہیں۔ بلکہ بندگان خدا سے اطاعت مطلوب ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (النساء آیت ۸۰) ترجمہ (اور جس نے رسول کا حکم مانا۔ اس نے اللہ کا حکم مانا۔)

فرمانبرداروں کا بڑا بلند درجہ ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا ۝ (النساء آیت ۶۹ پ۵)۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا فرمانبردار ہو۔ تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے۔ جن پر اللہ نے انعام کیا۔ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں۔ یہ رفیق کیسے اچھے ہیں۔

لہٰذا ہماری بھلائی اس بات میں ہے کہ ہم آپ کے ہر امر و نہی پر عمل پیرا ہو جائیں وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ (الحشر آیت ۷)۔ ترجمہ۔ اور جو کچھ تمہیں رسول دے اسے لے لو۔ اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرو۔

یاد رہے قیامت کے دن مخالفین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی حسرت سے کہیں گے۔

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ (الفرقان۔ آیت ۲۷)

ترجمہ۔ کہے گا۔ اے کاش میں بھی رسول کے ساتھ راہ چلتا۔

۳۔ اپنی ہستی پر ندامت

اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کا حکم مانو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے۔ پھر تمہیں مدد بھی نہ مل سکے اور ان اچھی باتوں کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہیں۔ اس سے پہلے کہ تم پر ناگہاں عذاب آ جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (الزمر آیت ۵۴ تا ۵۵)

یعنی قرآن کریم کو اپنا دستور العمل بنا لو اور اچانک عذاب کی گرفت میں آجانے سے غافل نہ ہو جاؤ۔ یہ بات خوب یاد رکھیں۔ ورنہ کل کو صرف حسرت ہی حسرت رہ جائے گی۔ جس سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰي مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝ۙ (الزمر آیت ۵۶) ترجمہ کہیں کوئی نفس کہنے لگے۔ ہائے افسوس اس پر جو میں نے اللہ کے حق میں کوتاہی کی اور میں تو ہنسی ہی کرتا رہ گیا۔

یا

کہنے لگے۔ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تو میں پرہیزگاروں میں ہوتا۔ (الزمر ۵۷)

یا

کہنے لگے جس وقت عذاب کو دیکھے گا کہ کاش مجھے میسر ہو واپس لوٹنا۔ تو میں نیکوکاروں میں سے ہو جاؤں۔
(الزمر آیت ۵۸)

مگر کافر کی کوئی تمنا پوری نہ ہو گی۔ یہ بڑی عبرت کا مقام ہے۔ اللہ تعالٰے کے انتقام سے ڈرنا چاہیئے۔

۴۔ قرآن کے منکر

وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ (الحاقہ ۴۹-۵۱) ترجمہ اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ بعض تم میں سے جھٹلانے والے ہیں اور بے شک وہ کفار پر باعث حسرت ہے اور بیشک وہ یقین کرنے کے قابل ہے

یعنی قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب ہے۔ جس میں متقیوں کے لئے رہنمائی ہے مگر بعض لوگ اس حقیقت سے پہلو تہی کر کے اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ وہ ایسی پاک کتاب کا انکار کر رہے ہیں۔ جسکی ہر بات بالکل صحیح اور حقیقت پر مبنی ہے۔ حالانکہ اس کی ہر بات کامل یقین کے ساتھ ماننی چاہیئے۔ ان کا یہ غلط رویہ

ان کے لئے قیامت کے دن حسرت کا باعث ہوگا۔

افسوس انہوں نے اس بات پر غور نہ کیا کہ قرآن پاک تمام جہان کیلئے نصیحت ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (ص ، ۸)

ترجمہ۔ یہ قرآن تو تمام جہاں کیلئے نصیحت ہے۔

۵۔ یوم حسرت

وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○

(مریم آیت ۳۹) اور انہیں حسرت کے دن سے ڈرا۔ جس دن سارے معاملہ کا فیصلہ ہوگا اور وہ غفلت میں ہیں۔ ایمان نہیں لاتے۔

حاشیہ شیخ الاسلام عثمانی رح

کافروں کو پچھتانے کے بہت سے مواقع پیش آئیں گے۔ آخری موقع وہ ہوگا۔ جب موت کو مینڈھے کی صورت میں لا کر بہشت و دوزخ کے درمیان سب کو دکھا کر ذبح کیا جائیگا اور ندا آئیگی کہ بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ کیلئے رہ پڑیں۔ اس کے بعد موت آنے والی نہیں۔ اس وقت کافر بالکل ناامید ہوکر حسرت سے ہاتھ کاٹیں گے۔ لیکن اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت (یعنی اس وقت انہیں یقین نہیں کہ واقعی ایک دن آنے والا ہے۔ وہ غفلت کے نشہ میں مخمور ہیں۔ کاش اس وقت آنکھیں کھولتے اور اپنے نفع و نقصان کو سمجھتے۔ اس دن پچتانے سے حسرت و افسوس کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ○ (النبا۔ ۴۰)

ترجمہ۔ بے شک ہم نے انہیں ایک عنقریب آنے والے عذاب سے ڈرایا ہے۔ جس دن آدمی دیکھیگا جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہوجاتا۔ مگر یہ تمنا پوری ہونی ناممکن ہے اور وہ سخت عذاب میں گرفتار ہوگا۔

۶۔ قیامت کے منکر

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا وَ هُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ○ (سورۃ الانعام آیت ۳۱ پ ۷)۔ ترجمہ۔ وہ لوگ تباہ ہوئے۔ جنہوں نے اپنے رب کی ملاقات کو جھٹلایا۔ یہاں تک کہ جب ان پر قیامت اچانک آ پہنچے گی۔ تو کہیں گے۔ اے افسوس ہم نے اس میں کوتاہی کی اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائیں گے۔ خبردار وہ برا بوجھ ہے۔ جو وہ اٹھائیں گے۔

جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں وہ اس دن بڑی حسرت و ندامت میں گرفتار ہوں گے کہ کیوں ہم غافل ہو کر گناہوں میں پھنسے رہے قیامت کے دن گناہوں کے وبال اور بوجھ کا حال ابن کثیرؒ سے سنئے۔

حضرت ابومرزوقؒ فرماتے ہیں کہ کافر یا فاجر جب اپنی قبر سے اٹھیگا۔ اسی وقت اس کے سامنے ایک شخص آئے گا جو نہایت بھیانک، خوفناک اور بدصورت ہوگا۔ اس کے جسم سے تعفن والی سڑاند کی سخت بدبو آ رہی ہوگی۔ جب وہ اس کے پاس پہنچے گا یہ وحشت اور وحشت سے گھبرا کر اس سے دریافت کرے گا کہ تو کون ہے؟ وہ جواب دے گا۔ واہ! کیا تو مجھے نہیں پہچانتا؟ یہ جواب دے گا۔ ہرگز نہیں۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ تو نہایت بدصورت۔ کریہہ منظر اور تیز بدبو والا ہے۔ مجھ سے زیادہ بدصورت اور کوئی نہ ہوگا۔ وہ کہیگا سن! میں تیرے ہی خبیث اعمال ہوں۔ جسے تو دنیا میں مزے سے کرتا رہا۔ اب کمر جھکا۔ میں تجھ پر سوار ہو جاؤں۔ چنانچہ وہ اس پر سوار ہو جائے گا۔

(اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے)

۷۔ غیر اللہ کے دروازے پر جانیوالوں کو حسرت

"اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں۔ جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں۔ جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہیئے اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے اور کاش دیکھتے وہ لوگ جو ظالم ہیں۔ جب عذاب دیکھیں گے کہ سب قوت اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ جب وہ لوگ بیزار ہو جائیں گے جن کی پیروی کی گئی تھی۔ ان لوگوں سے جنہوں نے پیروی کی تھی اور وہ عذاب دیکھ لیں گے اور ان کے تعلقات ٹوٹ جائیں گے اور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے پیروی کی تھی۔ کاش ہمیں دوبارہ جانا ہوتا تو ہم بھی ان سے بیزار ہو جاتے جیسے یہ ہم سے بیزار ہوئے ہیں۔

كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ○

(البقرہ آیت ۱۶۵ تا ۱۶۷)

اسی طرح اللہ انہیں ان کے اعمال حسرت دلانے کے لئے دکھائے گا اور وہ دوزخ سے نکلنے والے نہیں۔

مرنے کے بعد سوائے حسرت و ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ سمجھدار کو چاہیئے کہ غیر اللہ سے قطع تعلق کرکے ایک اللہ کا بندہ بن جائے۔ اور دوزخ سے بچاؤ کا آج ہی فکر کرلے۔

بقیہ اخلاص کی فضیلت صفحہ ۱۱ سے آگے

یہاں تک تو ان لوگوں کا ذکر تھا کہ جو کسی طاعت میں اپنا مقصود ہی ان چیزوں کو بنا لیں۔ لیکن مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ اگر کوئی شخص عبادت کے ساتھ ان چیزوں کو بھی ملالے یعنی عبادت بھی مقصود ہو اور کچھ اور بھی پیش نظر ہو۔ کہ مثلاً حج بھی کرلینگے اور ان کے ساتھ ساتھ تجارت بھی کرلیں گے سو ان لوگوں کا کیا حکم ہے؟ آیا اس غرض کے مل جانے سے ان کا اصل عمل ہی باطل ہو جائے گا۔ یا اس کا بھی کچھ اجر و ثواب ملے گا۔ اور یہ شخص مخلصین میں شمار ہوگا یا نہیں؟ سو جاننا چاہیئے کہ اگر کسی شخص نے طاعت کے ساتھ معصیت کو بھی ملا لیا مثلاً ریا و نمود کو تو پھر اس کا اصل عمل باطل ہو گیا اور اگر طاعت کے ساتھ کسی مباح چیز کی نیت کو بھی شامل کر لیا تو بہت سے علماء تو اس طرف گئے ہیں کہ اس سے اس کا اخلاص ختم ہو گیا اور وہ عمل باطل ہو گیا اور امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ اس صورت میں یہ دیکھنا چاہیئے کہ دونو میں کون سا خیال غالب ہے۔ اگر آخرت کا خیال غالب ہے۔ تو پھر یہ شخص مخلصین میں شمار ہوگا۔ مگر ایک دوسری چیز کے شامل ہو جانے کی وجہ سے اس کے اخلاص میں کچھ کمی ضرور ہو جائے گی اور اگر دوسرا خیال غالب ہے اور رضائے حق کا قصد مغلوب ہے تو مخلصین میں سے شمار نہ ہوگا اور اگر دونوں خیال برابر ہیں۔ تب بھی مخلصین میں سے نہوگا۔

باقی آئندہ

علم کی برکتیں

از جناب الٰہی عبدالرحیم صاحب لدھیانوی شیخوپورہ

فضائل علماء

۱۔ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ط پ ۲۳۔ ع ۱۵۔ ترجمہ۔ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔

ابن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے نبوت کے بعد علم سے بڑھ کر کسی کو کوئی زیادہ بزرگ چیز اور افضل چیز عنایت نہیں فرمائی۔

حدیث۔ حضرت معاویہؓ کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے۔ کہ خدا تعالےٰ جسے بھلائی اور بہبودی پہنچانا چاہتا ہے۔ اُسے دین میں سمجھ بوجھ عنایت کرتا ہے۔ اور خدا دینے والا ہے۔ میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حق تعالےٰ اور اس کے تمام فرشتے اور ساتوں آسمانوں کے رہنے والے اور زمین کے رہنے والے حتیّٰ کہ دریا کی مچھلیاں ان لوگوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں جو لوگوں کو بھلائی اور بہتری کی تعلیم دیتے ہیں۔

ترمذیؒ نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔ مگر وہ اتنا اور بھی زیادہ نقل کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں ان کیلئے بخشش مانگتی ہیں۔

علما ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

(۲) إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ○ پ ۲۲ ع ۱۶۔ ترجمہ۔ بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے عالم ہی ڈرتے ہیں۔ بیشک اللہ غالب بخشنے والا ہے۔

(مطلب) بندوں میں سے نڈر بھی ہیں اور اللہ سے ڈرنے والے بھی ہیں۔ مگر ڈرتے وہی ہیں جو اللہ کی عظمت و جلال اور آخرت کے بقا و دوام اور دنیا کی بے ثباتی کو سمجھتے ہیں اور اپنے پروردگار کے احکام و ہدایات کا علم حاصل کرکے مستقبل کی فکر رکھتے ہیں۔ جس میں یہ سمجھ اور علم جس درجہ کا ہوگا۔ اسی درجہ میں وہ خدا سے ڈرے گا۔ جس میں خوف خدا نہیں۔ وہ فی الحقیقت عالم کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

(۳) وَالَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط پ ۲۸ ع ۲۔ ترجمہ۔ اور وہ لوگ جو علم دیئے گئے ہیں۔ ان کے لئے درجے ہیں۔

(مطلب) سچا ایمان اور صحیح علم انسان کو ادب و تہذیب سکھلاتا اور متواضع بناتا ہے۔ اہل علم و ایمان جس قدر کمالات و مراتب میں ترقی کرتے ہیں۔ اسی قدر جھکتے اور اپنے آپ کو ناچیز سمجھتے جاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ اُن کے درجے اور زیادہ بلند کرتا ہے۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ"۔

ہر ایک کو اس کے کام اور لیاقت کے موافق درجے عطا کرتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ کون واقعی ایماندار اور اہل علم ہیں۔ "عُلَمَآءِ أُمَّتِيْ كَأَنْبِيَآءِ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ" میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ جو شخص علم کو اس لئے طلب کرے کہ اس کے ذریعہ سے اسلام کو تروتازہ کرے۔ اگر اس کو موت آجائے تو جنت میں اس کا اور نبیوں کا یکساں ایک مرتبہ درجہ ہوگا۔

بوجہ علم آدم کی فرشتوں پر فضیلت

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْأَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُوْنِيْ بِأَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ پ ۱ ع ۴

ترجمہ۔ اور اللہ نے آدمؑ کو سب چیزوں کے نام سکھائے۔ پھر ان سب چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔ پھر فرمایا کہ مجھے ان کے نام بتاؤ۔ اگر تم سچے ہو۔

(مطلب) حق تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام ہر ایک چیز کا نام معہ اس کی حقیقت اور خاصیت کے نفع و نقصان کے تعلیم فرمایا اور یہ علم ان کے دل میں بلا واسطہ کلام القا کر دیا۔ کیونکہ اس کمال علمی کے بغیر دنیا پر خلافت اور حکومت ناممکن تھی۔ اس کے بعد ملائکہ کو اس حکمت پر مطلع کرنیکی وجہ سے ملائکہ سے امور مذکور کا سوال کیا گیا کہ اگر تم اپنی اس بات میں کار خلافت انجام دے سکتے ہو سچے ہو تو ان چیزوں کے نام و احوال بتاؤ۔ لیکن انہوں نے اپنے عجز و قصور کا اعتراف کیا اور خوب سمجھ گئے کہ اس علم کے بغیر زمین میں کوئی کار خلافت نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد حضرت آدمؑ سے جو تمام اشیائے عالم کی نسبت سوال ہوا۔ تو فرفر تمام امور ملائکہ کو بتا دیئے۔ اور وہ سب دنگ رہ گئے اور حضرت آدمؑ کے احاطۂ علمی پر عش عش کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ کہو ہم نہ کہتے تھے کہ ہم جملہ مخفی امور آسمان و زمین کے جاننے والے ہیں اور تمہارے دل میں جو باتیں چھپی ہوئی ہیں۔ وہ سب بھی ہم کو معلوم ہیں۔

اس واقعہ سے علم کی فضیلت عبادت پر ثابت ہوئی۔ دیکھیے عبادت میں ملائکہ اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ معصوم مگر علم میں چونکہ آدم علیہ السلام سے کم ہیں۔ اس لئے مرتبہ خلافت آدم علیہ السلام ہی کو عطا ہوا اور ملائکہ نے بھی اس کو تسلیم کیا اور ہونا بھی یونہی چاہیئے تھا کیونکہ عبادت تو خاصہ مخلوقات ہے۔ خدا کی صفت نہیں۔ البتہ علم خدا تعالےٰ کی صفت اعلےٰ ہے۔ اس لئے قابل خلافت یہی ہوئے۔ کیونکہ ہر خلیفہ میں اپنے آقا کا کمال ہونا ضروری ہے۔

راسخون فی العلم

قرآن پاک میں دو قسم کی آیات ہیں (۱) محکمات (۲) متشابہات۔ جو لوگ مضبوط علم رکھتے ہیں وہ محکمات اور متشابہات سب کو حق جانتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ دونوں قسم کی آیات ایک ہی سرچشمہ سے آئی ہیں۔ جن میں تناقض وغیرہ کا امکان نہیں۔ اسی لئے وہ متشابہات کو محکمات کی طرف لوٹا کر مطلب سمجھتے ہیں اور جو حصہ اُن کے دائرہ فہم سے باہر ہوتا ہے۔ اُسے اللہ پر چھوڑتے ہیں۔ کہ

وہی بہتر جانتے۔ ہم کو تو ایمان سے کام ہے۔ راسخین فی العلم اپنے کمال علمی اور قوت ایمانی پر مغرور و مطمئن نہیں ہوتے۔ بلکہ ہمیشہ حق تعالیٰ سے استقامت اور مزید فضل و عنایت کے طلبگار رہتے ہیں۔ تاکہ کمائی ہوئی پونجی ضائع نہ ہو جائے۔ اور خدانخواستہ دل سیدھے ہونے کے بعد ٹیڑھے نہ کر دیئے جائیں۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ پ۳۔ ع ۱۰۔ ترجمہ۔ اللہ نے اور فرشتوں نے اور علم والوں نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی انصاف کا حاکم ہے۔

علم والے ہر زمانہ میں توحید کی شہادت دیتے رہے ہیں۔ اور آج تو عام طور پر توحید کے خلاف ایک لفظ کہنا محض جہل کا مرادف سمجھا جاتا ہے۔ مشرکین بھی دل سے مانتے ہیں کہ علمی اصول کبھی مشرکانہ عقائد کی تائید نہیں کر سکتے۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَيْرًا كَثِيْرًا (پ۳۔ ع ۵) ترجمہ۔ اور جس کو سمجھ ملی۔ اس کو بڑی خوبی ملی۔

(مطلب) جس کو سمجھ عنایت ہوئی۔ اس کو بڑی نعمت اور خوبی ملی۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ پ۷۔ ع ۱۱۔ ترجمہ۔ تو کہدے کب برابر ہو سکتا ہے اندھا اور دیکھنے والا سو کیا تم غور نہیں کرتے

حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو خاص علم کا عطیہ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ پ۱۹۔ ع ۱۷۔ ترجمہ اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو ایک علم دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤدؑ کے صاحبزادہ ہیں۔ باپ بیٹے ہیں سے ہر ایک کو اس کی شان کے لائق اللہ تعالیٰ نے علم کا خاص حصہ عطا فرمایا۔ شرائع و احکام اصول سیاست اور حکمرانی وغیرہ کے سب علوم اس لفظ کے تحت میں داخل ہو گئے۔ حق تعالیٰ نے جو علم داؤدؑ و سلیمان علیہما السلام کو دیا تھا۔ اس کا اثر یہ تھا کہ حق تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرتے تھے۔ کسی نعمت الٰہی پر شکر ادا کرنا اصل نعمت سے بڑی نعمت ہے باپ اور بیٹا دونوں بولے۔ اللہ کا شکر ہے۔ جس نے اپنے بہت سے ایماندار بندوں پر فضیلت بخشی۔

علاوہ حضرات داؤد اور سلیمان علیہم السلام کے اللہ تعالیٰ نے بہت سے دیگر بندگان کو فضیلت بخشی ہے۔ باقی تمام مخلوقات پر فضیلت کلی تو سارے جہان میں ایک ہی بندہ کو حاصل ہوئی ہے جن کا نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے

حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے صحیح جانشین تھے

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ ۗ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ۝ پ۱۹۔ ع ۱۷۔

ترجمہ۔ اور قائم مقام ہوا سلیمانؑ داؤدؑ کا اور بولا اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی سکھائی ہے اور ہم کو ہر چیز میں سے دیا۔ بیشک یہی صریح فضیلت ہے۔

(مطلب) حضرت داؤدؑ کے بیٹوں میں سے ان کے اصل جانشین حضرت سلیمانؑ ہوئے۔ جنکی ذات میں اللہ تعالیٰ نے نبوت اور بادشاہت دونوں جمع کر دیں اور وہ ملک عطا فرمایا۔ جو ان سے قبل یا بعد کسی کو نہ ملا۔ جن ہوا اور پرندوں کو ان کے لئے مسخر فرما دیا۔ جیسا کہ سورہ سبا پارہ ۲۲ رکوع ۸ میں مذکور ہے

کہتے ہیں حضرت داؤدؑ کے ۱۹ انیس بیٹے تھے۔ ہر ایک کے دل میں تھا کہ باپ کے پیچھے میں بادشاہ ہوں گا۔ خداوند تعالیٰ نے ایک طومار لکھا ہوا سر بمہر حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ جو کوئی تیرے بیٹوں میں سے ان مسئلوں کا جواب دے گا۔ وہی تیرے پیچھے تیری جگہ بیٹھے گا۔ اور بادشاہ ہوگا۔ حضرت داؤدؑ نے دربار کیا اور سب امراء و وزراء کو جمع کیا اور اپنے سب بیٹوں کو بلا کر کہا کہ جو کوئی تم میں سے ان مسئلوں کا جواب دے گا وہی میرے بعد بادشاہ ہوگا۔ مسائل یہ تھے۔

(۱) سب چیزوں سے کونسی چیز نزدیک ہے۔ (۲) کونسی چیز سب سے دور ہے (۳) کونسی دو چیزیں ناموافق ہیں۔ (۴) کونسی چیز بہت ڈراؤنی ہے (۵) کونسی دو چیزیں قائم ہیں (۶) اور کونسی چیز ہے جس سے محبت بہت ہے۔ (۷) اور کون سے دو دشمن ہیں (۸) کون سا وہ کام ہے جس کا انجام برا ہے۔

حضرت داؤدؑ کے سب بیٹے یہ مسائل سن کر حیران ہوئے اور کسی کو جواب نہ آیا۔ تب حضرت سلیمانؑ نے کہا۔ اگر فرمائیں تو میں ان مسئلوں کا جواب دوں۔ حضرت داؤدؑ نے کہا اچھا بتاؤ۔ پھر حضرت سلیمانؑ نے جوابات دینے شروع کئے۔

آدمی کے لئے سب چیزوں سے نزدیک موت ہے (۲) سب سے دور وہ چیز ہے جو گذر جائے (۳) اور بہت محبت بدن کو روح سے ہے (۴) اور بہت ڈراؤنا مردے کا بدن ہے (۵) اور زمین و آسمان قائم ہیں (۶) اور ناموافق آپس میں دن اور رات ہیں (۷) اور آپس میں دشمن موت اور زندگی ہیں (۸) اور وہ چیز جس کا آخر اچھا ہے وہ صبر کرنا ہے (۹) اور جس کا انجام برا ہے۔ وہ غصہ کے وقت تند ہونا اور بے اختیار بولنا ہے۔

جب یہ سب جوابات بتائے تو بنی اسرائیل کے سب اشرافوں اور سرداروں نے کہا کہ اے داؤد علیہ السلام آپ کے سب بیٹوں میں سے سلیمانؑ بڑا عقلمند ہے اور بادشاہت کے لائق یہی ہے۔ تب حضرت داؤد حضرت سلیمانؑ کو بادشاہت سونپ کر کنارے جا بیٹھے۔ اسی کے دوسرے دن وفات پائی۔ حضرت سلیمانؑ نے اپنے باپ کو اول منزل پہنچا کر بادشاہت کے تخت پر جلوس فرمایا۔ اور کہا اے لوگو! ہم کو خدا تعالیٰ نے سب جانوروں کی بولیاں سکھائیں اور ہر چیز میں سے جو بادشاہت کے لائق تھیں۔ ہم کو عنایت فرمائیں۔ بیشک یہ انعام ہر طرح کی کھلی ہوئی بزرگی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ ایسی عظیم الشان سلطنت و نبوت کیلئے جو چیزیں اور سامان درکار تھے۔ وہ سب عطا فرمائے۔ (موضح القرآن)

ملکہ بلقیس کو اسلام کی دعوت

حضرت سلیمانؑ جب کسی طرف کوچ کرتے۔ تو جن۔ انس اور طیور تینوں قسم کے لشکروں میں سے حسب ضرورت و مصلحت ساتھ لے جاتے اور انکی جماعتوں میں خاص نظم و نسق رکھا جاتا تھا۔ جس طرح آج بری بحری و ہوائی طاقتوں کو ایک خاص نظم و ترتیب کے ساتھ کام میں لایا جاتا ہے۔ حضرت سلیمانؑ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے اور انہوں نے چیونٹیوں کی بولی سمجھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر انہوں نے ہدہد کا جائزہ لیا۔ ہدہد کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو ایک جزئی کی اطلاع دی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کو متنبہ فرما دیا کہ بڑے سے بڑے انسان کا علم بھی محیط نہیں ہو سکتا۔ سبا ایک قوم کا نام تھا۔ ان کا وطن عرب میں یمن کی طرف تھا۔ وہاں کی ایک ملکہ بلقیس تھی جو کہ سورج کی پرستش کرتی تھی اور اس کا ایک بڑا تخت تھا۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کی طرف ہدہد کے ذریعہ ایک ایسا جامع اور پرعظمت خط

لکھا جو شاید ہی دنیا میں کسی نے لکھا ہو۔ مطلب یہ تھا کہ میرے مقابلہ میں زور آزمائی سے کچھ نہ ہوگا۔ خیریت اسی میں ہے کہ اسلام قبول کرو۔ اور حکمبردار ہو کر آدمیوں کی طرح سیدھی میرے سامنے حاضر ہو جاؤ۔ مضمون خط کی عظمت و شوکت سے بلقیس کو یقین ہو گیا کہ ہم اس بادشاہ پر غالب نہیں آ سکتے۔ آخر اظہار اطاعت و انقیاد کی غرض سے ساز و سامان کے ساتھ حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے روانہ ہو گئی۔ سلیمانؑ نے اس کو متنبہ فرما دیا کہ تو دھوکہ میں پڑی ہوئی ہے تو آفتاب اور ستاروں کی چمک پر مفتون ہو کر انہیں خدا سمجھتی ہے۔ کہنے لگی۔ اے پروردگار! میں تیری حکمبردار ہو کر سلیمانؑ کا راستہ اختیار کرتی ہوں اب تک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ کہ شرک و کفر میں مبتلا رہی۔ اب اس سے تائب ہو کر تیری بارگاہ ربوبیت کی طرف رجوع کرتی ہوں۔ اس طرح وہ مشرف باسلام ہوئی۔

ایک مقدمہ کا فیصلہ

وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْکُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَکُنَّا لِحُکْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ۚ وَکُلًّا اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّعِلْمًا پ ۱۷ ع ۶۔ ترجمہ اور داؤدؑ اور سلیمانؑ کو جب کھیتی کے جھگڑے کا فیصلہ کرنے لگے جبکہ اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت جا پڑیں اور ہم اس فیصلہ کو دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے وہ فیصلہ سلیمانؑ کو سمجھا دیا اور ہر ایک کو ہم نے حکمت اور علم دیا تھا۔

(مطلب) حضرت داؤدؑ اللہ کے پیغمبر تھے حضرت سلیمانؑ ان کے صاحبزادے ہیں اور خود نبی ہیں۔ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے قوت فیصلہ اور علم و حکمت عنایت فرمائے تھے۔ سلیمانؑ بچپن ہی میں اس قدر غیر معمولی سمجھ کی باتیں کرتے تھے کہ سننے والے حیران رہ جائیں۔ حضرت داؤدؑ کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا۔ کہ ایک شخص کے کھیت میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں آ گھسیں۔ کھیتی کا نقصان ہوا حضرت داؤد نے یہ دیکھ کر کہ بکریوں کی قیمت اس مالیت کے برابر ہے۔ جس کا کھیت والے نے نقصان اٹھایا تھا۔ یہ فیصلہ کیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ میرے نزدیک کھیتی والا بکریاں اپنے پاس رکھے اور دودھ پیئے اور بکریوں والے کھیت کی آبپاشی اور دوسری خدمت کریں جب کھیتی جیسی تھی ویسی ہو جائے تو بکریاں لوٹا دیں۔ اور کھیتی لے لیں۔ اس میں دونوں کا نقصان نہ ہوگا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی یہ فیصلہ سن کر تحسین فرمائی اور اپنے اجتہاد سے رجوع کیا گیا۔ اصول فقہ کی اصطلاح میں سلیمانؑ کے استحسان کو اپنے قیاس کے مقابلہ میں قبول فرمایا۔ باپ بیٹے دونوں نے جو فیصلہ شرکائے مقدمہ کے حق میں کیا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تھا اور دونوں ہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے فیصلہ کرنے کی قوت اور سمجھ عنایت کی تھی اصل گرہ کی بات اس نے سلیمانؑ کو سمجھا دی وہ اس نتیجہ پر پہنچے جو اللہ کے نزدیک اصلح و اصوب تھا اور جسے آخر کار داؤدؑ نے بھی قبول کیا۔

اس واقعہ سے ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بادشاہ ہو کر بھی مخلوق کے چھوٹے چھوٹے معاملات کی طرف اسی قدر توجہ فرماتے ہیں جیسے بڑے مہم کاموں کی طرف (حضرت مولانا عثمانیؒ)

حضرت موسیٰؑ اور خضرؑ کا واقعہ

حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کو نہایت مؤثر اور بیش بہا نصیحتیں فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے پوچھا اے موسیٰؑ کیا روئے زمین پر آپ اپنے سے بڑا عالم کسی کو پاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ جواب واقع میں صحیح تھا۔ کیونکہ موسیٰؑ اولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اُن کے زمانہ میں اسرار شرعیہ کا علم ان سے زیادہ کس کو ہو سکتا تھا۔ لیکن حق تعالیٰ کو ان کے الفاظ پسند نہ آئے۔ گو مراد صحیح تھی "تاہم عنوانِ جواب کے عموم سے ظاہر ہوتا تھا کہ روئے زمین پر من کل الوجوہ اپنے آپ کو اعلم الناس خیال کرتے ہیں۔ خدا کی مرضی یہ تھی کہ جواب کو اس کے علم محیط پر محمول کرتے۔ مثلاً یہ کہتے کہ اللہ کے مقرب اور مقبول بندے بہت سے ہیں۔ سب کی خبر اسی کو ہے۔ تب وحی آئی کہ جس جگہ دو دریا ملتے ہیں۔ اس کے پاس ہمارا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے موسیٰؑ نے درخواست کی کہ مجھے اس کا پورا نشان بتایا جائے۔ تاکہ میں وہاں جا کر علمی استفادہ کروں۔ حکم ہوا اسکی تلاش میں نکلو۔ تو ایک مچھلی تل کر ساتھ رکھ لو اور جہاں مچھلی گم ہو وہیں سمجھنا کہ وہ بندہ موجود ہے۔ موسیٰؑ نے ایسی ہدایت کے موافق اپنے خاص خادم حضرت یوشع کو ہمراہ لے کر سفر شروع کر دیا اور یوشعؑ کو کہہ دیا کہ مچھلی کا خیال رکھنا۔ میں برابر سفر کرتا رہونگا۔ یہاں تک کہ منزلِ مقصود تک پہنچ جاؤں۔ فرض کرو اگر سالہا اور قرن بھی گزر جائیں کے مقصد حاصل کئے بغیر سفر سے نہ ہٹونگا۔ وہاں پہنچ کر ایک بڑے پتھر کے قریب۔ جس کے نیچے آبحیات کا چشمہ جاری تھا۔ حضرت موسیٰؑ سو رہے۔ یوشعؑ نے دیکھا کہ بھُنی ہوئی مچھلی باذن اللہ زندہ ہو کر زنبیل سے نکل پڑی اور عجیب طریقہ سے دریا میں سرنگ سی بناتی چلی گئی۔ وہاں پانی میں خُدا کی قدرت سے ایک طاق سا کھُلا رہ گیا یوشع کو دیکھ کر تعجب آیا۔ چاہا کہ موسیٰؑ بیدار ہوں تو اُن سے کہوں۔ وہ بیدار ہوئے تو دونوں آگے چل کھڑے ہوئے یوشعؑ نہ معلوم کن خیالات میں پڑ کر کہنا بھول گئے۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ پ ۱۵ ع ۱۱۔ ترجمہ۔ پھر ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا۔ جس کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی تھی اور اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا۔

موسیٰؑ خضرؑ سے ملے علیک سلیک کے بعد خضرؑ نے سبب پوچھا۔ موسیٰؑ نے آنے کا سبب بتلایا۔ خضرؑ نے کہا اے موسیٰ! بلاشبہ اللہ نے تمہاری تربیت فرمائی پر بات یہ ہے اللہ کی طرف سے ایک علم (جزئیات کوینہ کا) مجھ کو ملا ہے جو اتنی مقدار میں تم کو نہیں ملا۔ اور ایک علم (اسرار تشریع کا) تم کو دیا گیا ہے جو اتنی بہتات میں مجھ کو نہیں دیا گیا۔ اس کے بعد ایک چڑیا دکھا کر جو دریا میں پانی پی رہی تھی۔ کہا کہ میرا تمہارا بلکہ کل مخلوقات کا سارا علم اللہ کے علم میں سے اتنا ہے جتنا دریا کے پانی سے وہ قطرہ جو چڑیا کے منہ کو لگ گیا ہے۔ پہلے خضرؑ نے ایک غریب ملاحوں کی کشتی کو توڑ ڈالا۔ پھر ایک خوبصورت سیانے لڑکے کو مار ڈالا۔ پھر بغیر مزدوری لئے ایک دیوار تعمیر کر دی۔ پھر ان باتوں کا راز کھولا۔ ظالم بادشاہ اچھی کشتی دیکھ کر چھین لیتا تھا۔ لڑکا بڑا ہو کر اپنے ماں باپ کو کافر بنا لیتا۔ دیوار اس لئے سیدھی کر دی کہ اس میں یتیموں کا خزانہ تھا۔ اگر دیوار گر جاتی تو یتیم بچے خزانہ سے محروم رہ جاتے۔

آصف بن برخیا کی کرامت

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ

اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ پ ۱۹ - ع ۱۸ - ترجمہ - بولا وہ شخص جس کے پاس ایک کتاب کا علم تھا - میں تیرے پاس اس کو لائے دیتا ہوں - اس سے پہلے کہ تیری آنکھ پھر آئے -

(مطلب) یہ شخص حضرت سلیمانؑ کا صحابی اور وزیر آصف بن برخیا ہے - جو کتب سماویہ کا عالم اور اللہ کے اسمائے اور کلام کی تاثیر سے واقف تھا - اس نے عرض کیا کہ میں چشم زدن میں ملکہ بلقیس کے تخت کو حاضر کر سکتا ہوں - آپ کسی طرف دیکھئے - قبل اس کے آپ ادھر سے نگاہ اٹھائیں - تخت آپ کے سامنے رکھا ہوگا - سلیمانؑ نے کہا یہ ظاہر کے اسباب سے نہیں آیا - اللہ کا فضل ہے کہ میرے رفیق اس درجہ کو پہنچے ہیں - جن سے ایسی کرامات ظاہر ہونے لگیں - اور چونکہ ولی کی خصوصاً اصحابی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ اور اس کے اتباع کا ثمرہ ہوتا ہے - اس لئے حضرت سلیمانؑ پر بھی اسکی شکر گذاری عائد ہوئی ٭

ارشادات نبویؐ

(۱) حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں - حضور اقدسؐ نے فرمایا - دو شخصوں کے علاوہ اور کوئی قابل حسد نہیں - ایک وہ شخص جس کو خدا نے مال دے کر راہ حق میں خرچ کرنے کا مادہ عطا فرمایا اور وہ خرچ کر رہا ہو - دوم وہ شخص جس کو اللہ تعالےٰ نے حکمت عطا فرمائی ہو - اور وہ اس کے ذریعہ سے لوگوں میں فیصلہ کرے اور دوسرے لوگوں کو تعلیم دیتا ہو -

(۲) ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص علم حاصل کرنے کیلئے سفر اختیار کرتا ہے - اللہ تعالیٰ اس پر جنت کا سفر آسان کر دیتا ہے - جو قوم کسی مقام پر کتاب اللہ کی تلاوت کرتی اور اسکی درس و تدریس کا سلسلہ جاری کرتی ہے تو اس پر اس وقت اللہ تعالےٰ کی تسلی نازل ہوگی - اسکی رحمت اس کو چھپا لیتی ہے اور ملائکہ اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں - جبتک وہ آپس میں خدا کا ذکر کرتے رہتے ہیں - اس وقت خدا تعالےٰ اپنے فرشتوں میں ان کا ذکر فرماتا ہے -

(۳) حضرت کثیر ابن قیسؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے سفر اختیار کرتا ہے - اللہ تعالےٰ اس کیلئے جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ آسان کر دیتا ہے اور فرشتے طالب علم کی رضامندی کیلئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں - اور عالم کی عابد پر فضیلت و بزرگی ایسی ہے - جس طرح آسمان کے تاروں پر چودھویں رات کے چاند کی فضیلت علماء نبیوں کے وارث ہیں - نبی اپنی وراثت میں روپے اشرفیاں نہیں چھوڑتے ہیں - بلکہ انکی میراث علم ہے - لہذا جس شخص نے اس میں سے حصہ لیا - گویا اس نے بڑا کامل حصّہ لیا -

(۴) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں - رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - حکمت کی بات حکیم کا مطلوب ہے - جہاں کہیں ملے وہی اس کا زیادہ مستحق ہوگا -

(۵) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جو حضور اکرمؐ نے فرمایا جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے - جب تک وہ واپس نہ آئے فی سبیل اللہ شمار کیا جاتا ہے -

(۶) حضرت سنجرۃ الازدیؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - علم کا حاصل کرنا زمانہ ماضی کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے -

(۷) حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں نبی اکرمؐ نے فرمایا علم حاصل کرنیوالے کی سیری اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک وہ جنت میں داخل نہ ہو جائے -

(۸) حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں نبی اکرمؐ نے فرمایا سب سخیوں سے زیادہ جواد اور سخی کون ہے - صحابہؓ نے عرض کیا خدا اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتا ہے - حضور انورؐ نے فرمایا - اول خدائے قدوس سب سے زیادہ سخی اور کریم ہے - پھر بنی آدم میں میں ہوں - اس کے بعد وہ شخص جو بعد تحصیل علم اشاعت علم کرے - یہ شخص بروز قیامت تنہا ایک جماعت کے قائم مقام ہو کر آئے گا - (مشکوٰۃ العلم)

افلاس کا علاج

از منشی عبدالرزاق متصل کھڈے والی مسجد سکھر

ایک محتاج صحابیؓ نے سوال کیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ناگوار گذرا - اس صحابیؓ کو بلایا اور ارشاد فرمایا - کہ "تمہارے گھر میں کچھ سامان ہے"؟ اس نے عرض کیا - جی ہاں، ایک لکڑی کا پیالہ ہے - جس میں پانی پیتے ہیں اور ایک کمبل ہے - جس کو میں اور میری بیوی اوڑھتے اور بچھاتے ہیں - فرمایا جاؤ - دونوں چیزیں میرے پاس لاؤ - لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے لے کر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا - انہیں کون خریدتا ہے ؟ ایک صحابیؓ نے عرض کی "ایک درہم" - آپؐ نے فرمایا "ایک درہم سے زاید کا کوئی خریدار ہے"؟ پھر فرمایا کوئی ہے جو ایک درہم سے زیادہ میں خریدے ؟ - دوسرے صحابیؓ نے عرض کیا "میں دو درہم دوں گا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پیالہ اور کمبل دیکر دو درہم لے کر سائل کو دیئے اور ارشاد فرمایا - ایک درہم سے نفقہ عیال کیلئے کچھ غلہ لے کر گھر لے جاؤ - اور ایک درہم سے ایک کلہاڑی خرید کرکے میرے پاس لے آؤ - اس نے ایسا ہی کیا - آنحضرتؐ نے اپنے دست مبارک سے اس میں دستہ ڈالدیا - اور فرمایا "جاؤ لکڑیاں کاٹو اور بیچو" چند دن کے بعد جب وہ حاضر ہوا تو پوچھنے پر عرض کیا "میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں - میں نے چند درہموں سے کپڑے - کمبل پیالہ اور غلہ خریدا اور یہ دس درہم آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے لایا ہوں" - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا - "کیا یہ بہتر تھا کہ قیامت کے دن سوال تمہارے منہ پر چھالا بن کر آتا" عرض کی یا رسول اللہؐ اب میں کبھی سوال نہ کروں گا -

لہذا اپنے بچوں کی ایسی تربیت کرنی چاہیئے - کہ میدان زندگی میں خود دار بنیں اور ہمت بلند رکھیں - اور زندگی کی مشکلات کا آسانی سے مقابلہ کر سکیں - اس مقصد کے لئے میں مسلم خواتین کو مشورہ دیتا ہوں - کہ وہ زندگی کے اصولوں سے نفسیاتی طور پر آشنا ہو کر اپنے گھروں کو چشمۂ مسرت بنانا سیکھیں اور اپنے بچوں کی ایسی تربیت کریں - کہ وہ عزت کی زندگی بسر کرنے کے قابل ہو جائیں -

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

صفحہ بچوں کا

بزرگوں کی سخاوت

از جناب کمال الدین بدر رش لاہور کارپوریشن

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ ایک مرتبہ جنگل میں تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ایک باغ پر گذر ہوا۔ وہاں ایک حبشی غلام باغ میں کام کر رہا تھا اس کی روٹی آئی اور اس کے ساتھ ہی ایک کتّا بھی باغ میں چلا آیا۔ اور اس غلام کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اس غلام نے کام کرتے کرتے ایک روٹی اُس کتّے کے سامنے ڈالدی۔ اُس کُتّے نے اس کو کھا لیا اور پھر کھڑا رہا۔ اس نے دوسری اور پھر تیسری روٹی بھی ڈالدی۔ کل تین ہی روٹیاں تھیں۔ وہ تینوں کتّے کو کھلا دیں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ غور سے کھڑے دیکھتے رہے۔ جب وہ تینوں ختم ہو گئیں تو حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اس غلام سے پوچھا۔ کہ تمہاری کتنی روٹیاں روزانہ آتی ہیں اس نے عرض کیا آپ نے تو ملاحظہ فرما لیا۔ تین ہی آیا کرتی ہیں۔ حضرتؓ نے فرمایا کہ پھر تینوں کا ایثار کیوں کر دیا۔ غلام نے کہا حضرت یہاں کُتّے رہتے نہیں ہیں۔ یہ غریب بھوکا کہیں دور سے مسافت طے کر کے آیا ہے۔ اس لئے مجھے اچھا نہ لگا۔ کہ اس کو ویسے ہی واپس کر دوں حضرت نے فرمایا کہ پھر تم آج کیا کھاؤ گے۔ غلام نے کہا۔ ایک دن فاقہ کر لوں گا۔ یہ تو کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنے دل میں سوچا کہ لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں کہ تو بہت سخاوت کرتا ہے۔ یہ غلام تو مجھ سے بہت زیادہ سخی ہے۔ یہ سوچ کر شہر میں داخل ہوئے بغیر واپس تشریف لے گئے اور اس باغ کو اور غلام کو اور جو کچھ سامان باغ میں تھا۔ سب کو اس مالک سے خرید ا اور خرید کر غلام کو آزاد کیا اور وہ باغ اس غلام کی نذر کر دیا (اتحاف)

ابوالحسنؒ انطاکی خراسان کے شہروں میں ایک جگہ رَی ہے۔ وہاں رہتے تھے۔ ایک دن تیس آدمیوں سے زیادہ مہمان آ گئے اور روٹی تھوڑی تھی۔ تیاری کا موقعہ نہ تھا۔ رات کا وقت تھا۔ انہوں نے جتنی روٹیاں موجود تھیں۔ سب کے ٹکڑے کئے۔ اور دسترخواں پر ان کو پھیلا کر سب کو بٹھایا۔ اور چراغ گُل کر دیا اور سب کے سب نے کھانا شروع کر دیا۔ سب کے مُنہ چلانے کی آواز آتی تھی۔ جب دیر ہو گئی۔ اور گویا سب بالکل فارغ ہو گئے تو چراغ جلایا گیا اور دسترخوان اٹھایا گیا۔ اس میں وہ سارے ٹکڑے بدستور رکھے تھے۔ سب ہی خالی منہ چباتے رہے۔ کسی نے بھی اس خیال سے نہ کھایا کہ اچھا ہے۔ دوسرے ہی کا کام چل جائے گا۔ (اتحاف)

حضرت شعبہؒ مشہور محدث ہیں۔ امیرالمومنین فی الحدیث (حدیث میں مومنوں کے بادشاہ) ان کا لقب ہے۔ بڑے عابد و زاہد لوگوں میں تھے۔ ایک مرتبہ ایک سائل ان کے پاس حاضر ہوا۔ دینے کے لئے کوئی چیز میسّر نہ ہوئی۔ اپنے مکان کی چھت میں سے ایک کڑی نکال کر اس کے حوالے کر دی (کہ اس کو فروخت کر لینا) اور اس سے بہت معذرت کی کہ اس وقت میرے پاس دینے کو کچھ ہے نہیں (اتحاف)

حضرت ابوسہلؒ صعلوکی ایک مرتبہ وضو کر رہے تھے۔ ایک شخص آیا۔ اور کچھ ضرورت کا اظہار کیا۔ دینے کے واسطے کوئی چیز موجود نہ تھی۔ فرمانے لگے تھوڑی دیر انتظار کر لو۔ میں وضو سے فارغ ہو جاؤں۔ جب وضو کر چکے تو فرمایا کہ یہ لکڑی کا لوٹا (جس سے وضو کر رہے تھے) لے جاؤ اور تو کوئی چیز اس وقت ہے نہیں

(اتحاف)

حضرت عکرمہؓ کے پاس پانی لایا گیا۔ تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت سہیلؓ بن عمرو پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے فرما دیا کہ پہلے سہیلؓ کو پلا دو۔ جب ان کے پاس لے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت سہیلؓ بن حارثؓ پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے فرما دیا کہ پہلے سہیلؓ کو پلا دو۔ غرض ان سب حضرات نے پیاسے ہی جان دی حضرت خالد بن ولیدؓ جب انکی نعشوں پر گذرے تو فرمانے لگے کہ تم پر میری جان قربان ہو جائے۔ (تم سے اس وقت بھی ایثار نہ چھٹا) (اتحاف)

عباسؒ بن دہقان کہتے ہیں کہ بشر بن حارثؒ حافی کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہ ہوگا۔ جو کہ جس حال میں دنیا میں آیا تھا۔ یعنی خالی ہاتھ ننگا بدن ایسا ہی دنیا سے گیا ہو۔ بشر بنؒ حافی البتہ اسی طرح گئے کہ وہ بیمار تھے۔ وصال کا وقت قریب تھا۔ ایک سائل آ گیا اور اپنی ضرورت کا حال ظاہر کیا۔ جو کرتہ بدن پر تھا وہ نکال کر اس کو بخش دیا۔ اور خود تھوڑی دیر کے لئے دوسرے سے کُرتہ مستعار مانگا۔ اور اسی میں وصال فرمایا (اتحاف)

یہ واقعات پچھلے ہی بزرگوں کے ساتھ خاص نہ تھے۔ اب بھی اللہ کے نیک بندے اس شان کے موجود ہیں۔ اور قیامت تک رہیں گے۔ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیمؒ کے وصال کو زیادہ زمانہ نہیں گزرا۔ حضرت کا معمول تھا کہ جو کچھ کہیں سے آتا۔ وہ فوراً ہی تقسیم فرما دیتے اور کبھی کبھی تکیہ کے نیچے کچھ رکھا ہوا دیکھ کر فرماتے کہ یہ اور آ گیا۔ اور وصال سے کچھ زمانہ پہلے اپنے سب کپڑے بھی خدام پر تقسیم فرما دیئے تھے۔ اور اپنے مخلص خادم (خلیفہ خاص) حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مدظلہ العالی سے ارشاد فرمایا کہ بس اب زندگی کے جتنے دن باقی ہیں تم سے کپڑے مستعار لے کر پہن لیا کریں گے۔ چنانچہ حضرت مولانا ہی کے کپڑے آخر میں استعمال فرماتے تھے۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ہم چند آدمی طرسوس میں جو مُلک شام کا ایک شہر ہے۔ جمع ہو کر باہر جا رہے تھے چلتے ہوئے ایک کُتا بھی ہمارے ساتھ ہو لیا۔ جب ہم شہر سے باہر نکلے تو ایک مرا ہوا جانور پڑا تھا۔ ہم لوگ اس سے

ایڈیٹر
عبدالمنان
چوہان

شرح چندہ
سالانہ گیارہ روپے ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے

منظور شدہ
محکمہ جات تعلیم و جیل مغربی پاکستان

ایم ۶۰۴۷
رجسٹرڈ ایل

منظور شدہ محکمہ تعلیم { ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/ ۱۶۳۲۱ - مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ عیسوی
۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C - ۲۷۳/۲۴۸۱ - مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء

بچ کر ذرا فاصلہ سے ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گئے۔ وہ کتا جو ہمارے ساتھ ہو لیا تھا۔ اس نے جب اس مردار کو دیکھا تو وہ شہر کی طرف واپس ہو گیا۔ اور تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہ اپنے ساتھ تقریباً بیس کتے اور لایا۔ اور اس مردار کے پاس آکر وہ خود تو علیحدہ ہو کر بیٹھ گیا اور سب کتے اس کو کھاتے رہے۔ جب وہ سب کھا کر شہر کی طرف چلے گئے تو یہ کتا جو بلانے گیا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے پاس آکر جو ہڈیاں وغیرہ وہ سب کھا کر چھوڑ گئے تھے۔ ان کو اس نے کھایا اور پھر شہر کی طرف چلا گیا۔

(باقی) (اتحاف)

فیروز پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہوا۔